تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

بیماریوں کا علاج اور مسائل و مشکلات کا حل

میرے نزدیک اولین اور اہم کام خود مسلمانوں میں شرعی، عائلی قانون پر عمل کرنے کی دعوت و تبلیغ ہے جس کے اہم اور مرکزی اجزاء حقوق الزوجین، اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبوی کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنا، شفقت و محبت اور قرآنی اصول پر ایسی ازدواجی و عائلی زندگی گزارنا جس میں محبت و مودت اور رحمت کا عنصر غالب ہو صلہ رحمی، ترکہ کی شرعی تقسیم، طلاق کے حق کا نہ صرف شرعی بلکہ مسنون طریقہ پر استعمال ہو اور ہدایت قرآنی پر عمل جو تمام انسانی اسلامی اور اخلاقی پہلوؤں اور گوشوں پر حاوی ہے، اس کے لیے ایک طوفانی مہم چلانے کی ضرورت ہے جس کے اثر سے شہر تو شہر، کوئی قصبہ اور گاؤں اور مسلمانوں کا کوئی محلہ اور خاندان بھی بے خبر اور بے اثر نہ رہے، اس کے لیے مساجد کے منبر و محراب، مجالس وعظ، اسلامی اجتماعات و تقریبات، اخبارات و رسائل اور ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع پوری سرگرمی سے استعمال ہونے چاہئیں۔

میرے نزدیک یہ بنیادی کام ہے اور اس میں ان مشکلات اور خرابیوں کا اصل علاج ہے، جنہوں نے اس وقت نازک مسئلہ کی صورت اختیار کر لی ہے، یہ ہیں کرنے کے وہ کام جن کو جلد سے جلد شروع ہو جانا چاہئے اور جو اسلام کی روح، مزاج اور شریعت الٰہی اور تعلیمات آسمانی سے پوری مطابقت رکھتے ہیں اور انھیں میں شریعت کا اصل تحفظ اور اس ملک و عہد میں مسلمانوں کے ایک صاحب شریعت، صاحب کردار اور صاحب مقام، مستحکم و باعزت، خوددار اور غیور ملت کی حیثیت سے باقی رکھنے کی ضمانت ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

فی شمارہ =/12₹

۱۰/اپریل ۲۰۱۳ء

سالانہ زرتعاون -/250

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27

Vol. No. 51 Issue No.10

Fortnightly

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

25 March 2014

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

Booking Open

SAITECH GRACE

An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

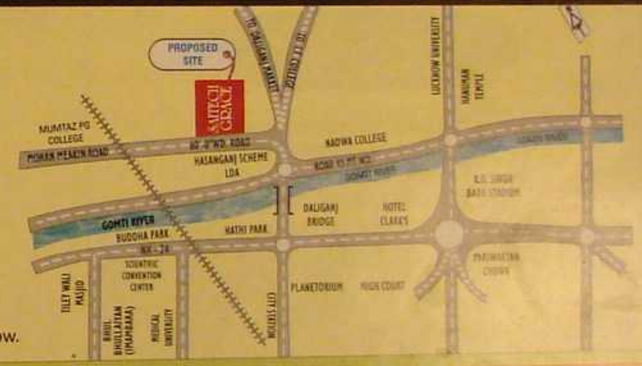

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

خوشبودار عطریات : کی ایک قابل اعتماد دوکان

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

بالمقابل C-5 پنچھی مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Editor Shamsul Haq Nadwi , Printed & Published by Athar Husain

On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

جلد نمبر ۵ | ۱۰/اپریل ۲۰۱۳ء مطابق ۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ | شمارہ نمبر ۱۱

اس شمارے میں

شعروادب		
علم فقیہ، حکیم، فخرِ مسیح و کلیم	علامہ محمد اقبالؒ	۲
اداریہ		
فکر و تشویش کی بات	شمس الحق ندوی	۳
دعوت و عزیمت		
حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
دستور حیات		
توبہ، استغفار اور دعا	مولانا محمد اویس گجراتی ندویؒ	۷
مواعظ دل		
"ذکر" قرآن و حدیث کی روشنی میں	مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ	۸
اسوۂ صحابہ		
دوستوں سے بھی محبت دشمنوں سے بھی وفا	مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری	۱۱
ایک مطالعہ		
نظامِ تعلیم و تربیت۔ ایک تعارف	مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی	۱۲
بحث و نظر		
حجیتِ حدیث۔ ایک مطالعہ	سید کمال اللہ مختیاری ندوی	۱۵
فقہ و فتاویٰ		
سوال و جواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۱۸
تابندہ نقوش		
حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ	خالد محمد خالد / ارشاد الرحمن	۱۹
اسلامی زندگی		
حدیث شریف کا مقام و پیغام	خالد فیصل ندوی	۲۳
ایک جائزہ		
تہذیبِ جدید اور اس کے اثرات	محمد دین ندوی	۲۶
خبر و نظر		
عالم اسلام	جاوید اختر ندوی	۲۹
دل کی کھیتی		
قوم کا ضمیر ابھی زندہ ہے!	ابو سعید	۳۱

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیرِ نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلسِ مشاورت
- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیلِ زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگاری رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے $50 ڈالر

ڈرافٹ صرف تعمیرِ حیات کے نام سے بنائیں اور دفترِ تعمیرِ حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ بینک سے نکل جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں بصورت دیگر ۳۰۰/- روپے اضافی کریں۔ رقم ہمیں کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا بعجلت زرتعاون ارسال کریں اور حتی الوسع منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیرِ حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفترِ تعمیرِ حیات مجلسِ صحافت و نشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اعلیٰ ترین معیاری کوالٹی اور قابلِ اعتماد دوائیں

کارڈیو کیور
امراضِ قلب کے لئے نایاب تحفہ

- دل کی دھڑکن کی رفتار کو کم کرنے میں معاون ہے۔
- [illegible] کے بعد آنے والی پیچیدگیوں میں مفید ہے۔
- خون کے بہاؤ کو دھونے میں معاون ہے۔
- خون صاف کرتا اور دل کو طاقت دیتا ہے۔

کف کیور
نزلہ زکام اور کھانسی کے لئے

- خشک و بلغمی کھانسی کے لئے معیاری دوا
- پھیپھڑوں میں بلغم جمع ہونے • کالی کھانسی
- سردی، نزلہ، زکام اور دمہ وغیرہ میں مفید ہے۔
- گلے کی خراش، گلے کا درد، آواز بیٹھ جانا، ناک اور سانس کی نالی کے ورم کو دور کرتا ہے۔

انزی کیور
ڈائجیسٹیو انزائم

- پیٹ میں بھاری پن • بھوک نہ لگنا
- قبض، گیس بننا • ضعفِ اشتہاء
- کھٹی ڈکار آنا • ذہنی یکسوئی کا مفقود ہونا
- اپھارہ، جلن • جسمانی کمزوری میں
- کھانے کے بعد متلی، قے بیحد مفید ہے۔

ڈرما کیور
خون صاف کرنے اور جلدی امراض کی بہترین دوا

- خون کی گرمی اور خشکی کو کم کرتی ہے۔
- چہرے کو نکھار کر اس میں رونق اور جاذبیت پیدا کرتی ہے۔
- جسم کو تازگی دے کر ہلکا پھلکا اور چست رکھتی ہے۔
- کیل مہاسے، پھوڑے پھنسی، گرمی، لال اور سفید دانے، چہرے کی جھائیاں، اور دھبے جیسی بیماریوں میں فوراً راحت پہنچاتی ہے۔

ماسٹر مائنڈ
دماغی امراض کا علاج کرنے والوں کے لئے ایک نایاب تحفہ

- قوتِ حافظہ بڑھاتا اور ذہن و دماغ میں یکسوئی لاتا ہے۔
- سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے۔
- آنکھوں کی بینائی کو تیز کرتا ہے۔
- بھولنے کی عادت، ٹینشن، سر درد، بے خوابی، طبیعت میں گراوٹ، چڑچڑے پن، ہسٹیریا، بولنے میں پریشانی جیسی بیماریوں میں مفید ہے۔
- رات میں بچوں کے بستر پر پیشاب کرنے کی شکایت کو دور کرتا ہے۔

Director & Charmaine: Hkm/Dr Molana Mohd. Qamaruzzaman Nadvi Mob. +91-9927658021 Email: hakimqamar@gmail.com

CURE HERBAL REMEDIES کیور ہربل ریمیڈیز

An ISO 9001 : 2008 & GMP Certified Co.

CURE HERBAL REMEDIES
Mirzapur Pole 24712, Saharanpur (U.P.) India
Phone: +91-132-2774444, 9927658021

کیور ہربل ریمیڈیز
مرزا پور پول ۲۴۷۱۲۱، ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا
Email: cureherbal10@gmail.com

شعروادب

علم فقیہ و حکیم، فقر مسیحؑ و کلیمؑ

علامہ محمد اقبالؒ

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ

علم فقیہ و حکیم ، فقر مسیح و کلیمؑ
علم ہے جویائے راہ ، فقر ہے دانائے راہ

فقر مقامِ نظر ، علم مقامِ خبر
فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ

علم کا 'موجود' اور ، فقر کا 'موجود' اور
أشهد أن لا اله ، أشهد أن لا اله

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

☆☆☆☆☆

اداریہ

فکر وتشویش کی بات

شمس الحق ندوی

مسلمان کا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ سارے نظام کائنات کو پیدا کرنے والی اور اس کو چلانے والی اس پر قادر وغالب ایسی زبردست ذات ہے جو نہ کسی کی محتاج ہے نہ کسی آن ولمحہ اس پورے نظام اور اپنی مخلوق سے غافل، اس بھری پُری کائنات میں اس نے سب سے اعلیٰ وافضل اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل انسان کو بنایا ہے، یہ انسان اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو جس رُخ پر لگاتا اور اس سے کام لیتا ہے اسی رخ پر کمال پیدا کرتا ہے، لیکن ان کمالات میں سے کچھ اسے پسند ومحبوب ہیں اور کچھ ناپسندیدہ ومبغوض، کیا پسند وکیا ناپسند ہے؟ اس کو انسانوں کی عقل وعلم کے اوپر نہیں چھوڑا ہے، بلکہ اس کی تمیز وفرق کے لیے اس نے انسانوں ہی میں سے انسانوں ہی جیسی ضروریات وتقاضے رکھنے والے کچھ انسانوں کو نبی ورسول بنا کر بھیجا ہے اور ان پر اپنی وحی کے ذریعہ اپنے احکامات، خوب وناخوب کا حکم وعلم بھیجا کہ وہ انسانوں کو سیدھی راہ دکھائیں اور اس کی طرف بلائیں اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ جو بندے نبیوں اور رسولوں کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں گے وہ ہمارے محبوب وپسندیدہ بندے ہوں گے، اور جو ان کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف چلیں گے وہ مبغوض وناپسندیدہ بندے ہوں گے، اس نے اپنے نبیوں کے ذریعہ یہ بھی بہت وضاحت کے ساتھ مختلف عنوانوں اور مناسبتوں سے ہیر پھیر کر، بار بار دُہرا کر بتادیا کہ کائنات کا یہ نظام ایک معین مدت تک قائم رہے گا، اس کے بعد ہم اس کو توڑ پھوڑ دیں گے اور ایک نیا عالم بسائیں گے جو ہمیشہ کے لیے ہوگا اس کو کبھی فنا نہیں، اس عالم میں ناپسندیدہ اور مبغوض بندوں کے لیے وہ عذاب وسزا ہے جس کا تصور ناممکن ہے اور نیک ومحبوب بندوں کے لیے انعام واکرام ہے ایسا جو انسانوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتا۔

اس انسان کو جس میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتیں رکھی ہیں، اس عالم رنگ وبو میں امتحان وآزمائش کے لیے پیدا کیا ہے کہ کون اس کے حکموں پر چلتا ہے، اور کون اس عالم فانی کی کشش ورعنائی کے دھوکے میں آتا ہے، یہاں فساد وبگاڑ کے بھی طوفان اٹھیں گے، مارکاٹ کی آندھیاں بھی چلیں گی، کبھی کبھی اس کے متکبر ونافرمان بندوں کو ایسا عروج حاصل ہوگا کہ معلوم ہوگا بس اب حق کبھی سر نہیں اٹھا سکتا اور نہ حق حق ہے، بلکہ باطل ہی حق ہے جس کا غلغلہ ہے، یہ اس لیے نہیں ہوگا کہ نعوذ باللہ وہ بے بس وکمزور ہے، اس پر قابو پانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس کے ہاتھ سے لگام چھوٹ گئی ہے، بلکہ یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ وہ مومن بندوں کا امتحان لے، آزمائے کہ کون حق پر ثابت قدم رہتا ہے اور کس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، اس لیے اس نے صراحت بھی فرمادی:

"فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ". [سورہ رعد/۱۷]

(سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہوجاتا ہے اور پانی جو لوگوں کو فائدہ پہونچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے)۔

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ". [سورہ انبیاء]

(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہوجاتا ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ جب سے انسانی تاریخ کا لوگوں کو علم ہے، یہ اتار چڑھاؤ اور حق وباطل کا معرکہ برابر گرم رہا ہے اور اکثر ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب حق کا چراغ گل ہوجائے گا، مگر ایسا ہوا نہیں، ہاں یہ ہوا اور ہونا ہی چاہیے تھا کہ جو لوگ ایمان کے کچے اور ہوس کے بندے تھے، وہ طاقت کے فتنوں کا مقابلہ نہ کرسکے اور اس کے دھارے میں بہہ گئے، فتنے یہ اعلان کرکے نہیں آتے کہ میں ایمان ویقین کو آزمانے آیا ہوں، بلکہ اکثر وہ ایسی شکل میں آتے ہیں کہ صحیح علم وفہم کے بغیر ان کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے، عام مسلمان بھی یہ جانتا ہے کہ جب کفار قریش کی دعوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مشورہ کے لیے "دارالندوہ" پر جس وقت لوگوں کو جمع

ہونا تھا، ابلیس نہایت بزرگانہ وروحانی شکل بنا کر "دارالندوہ" کے گیٹ پر کھڑا ہوگیا، اور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ میں اس لیے حاضر ہوگیا کہ شاید اس اہم مسئلہ میں تم کو کوئی بہتر مشورہ دے سکوں، چنانچہ مشورہ میں شریک ہوا، اور شمع نبوت کے گل کردینے کا وہ مشورہ دیا جو کفار قریش کے تصور میں بھی نہ تھا۔

شاید تقدیر خداوندی یہی تھی کہ آئندہ باطل جن جن شکلوں اور جیسے جیسے روپ اپنا کر آئے گا، اس کی ایک مثال قائم کردی جائے تاکہ عقل وہوش والے اس سے فائدہ اٹھائیں اور سچے جھوٹے اور کھرے کھوٹے کا جائزہ لے کر فیصلہ کریں، دجال کا فتنہ بھی کچھ اسی انداز کا ہوگا، حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ دجال اس طرح نکلے گا کہ اس کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا جس کو لوگ پانی سمجھیں گے وہ آگ ہوگی اور جس کو آگ سمجھیں گے وہ پانی ہوگا۔

سورۂ کہف میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے ظالم بادشاہ کے فتنہ سے کس طرح بچے، اپنے کو کتنے خطرہ میں ڈالا اور اس کی بدعقیدگی کے سامنے نہ جھکے تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی حفاظت فرمائی، احادیث میں آتا ہے کہ دجال کے فتنہ سے بچنے کے لیے خصوصاً جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت بڑی تاثیر رکھتی ہے، علامہ محمد طاہر پٹنیؒ نے "مجمع بحار الأنوار" میں متقدمین کا قول نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے: اس دجال سے جو فریب وملمع سازی سے کام لیتا ہو، عربی میں "دجل تدجیل" کے معنی ملمع سازی اور نظر فریبی کے ہیں، ان ملمع سازوں کے اقوال وبیانات کے گرد تقدیس کا ایک ہالہ قائم کردیا جاتا ہے اور ان کی عقیدت ومحبت دل میں کچھ اس طرح بٹھادی جاتی ہے کہ ان کے خلاف کچھ کہنے اور شبہ کرنے کو رجعت پسندی کی علامت اور امر بدیہی اور محسوس ومشہور چیز کا انکار سمجھا جاتا ہے اور بڑے بڑے ذہین وذکی، اعلیٰ درجہ کے اہل علم اور غیر معمولی صلاحیت کے اہل فکر ونظر بھی اس معاملہ میں مغالطہ اور فریب نظر کا شکار ہوجاتے ہیں، دجال کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ وہ چیزوں کو اس طرح دکھائے گا کہ ان کی حقیقت کچھ ہوگی اور وہ نظر آئیں گی کچھ، ان کے ظاہر وباطن اور ان کی صورت و حقیقت میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا۔

قوی الایمان مسلمان اس کے فریب سے دھوکہ نہیں کھائیں گے اور کمزور ایمان وعقیدہ کے لوگ اس فریب میں آجائیں گے۔

یہ دجالی فتنہ قرآن وحدیث کے مطابق قیامت کے قریب پیش آئے گا لیکن اس سے ملنے جلتے واقعات سے انسان کو برابر سابقہ پڑتا رہے گا جو لوگ کمزور وبے عمل اور بندۂ ہوس ہوں گے، وہ آسانی سے اس کا شکار ہوجائیں گے، لیکن خدا کے باتوفیق وبے غرض بندے ان فتنوں سے محفوظ رہیں گے، وہ طعن وتشنیع، لعنت وملامت گوارا کرلیں گے، مگر ان فتنوں کے سامنے سپر نہیں ڈالیں گے، ظاہری اور فوری کامیابیاں ان کو دھوکہ نہیں دے پائیں گی، نہ وہ اخباری پروپیگنڈوں کا شکار ہوں گے۔

ایک مخلص وسچا مسلمان جب خود کسی فتنہ کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اہل علم وتجربہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان کی بات مانتا ہے اور اس کا اخلاص وسچائی اس کی حفاظت کا سامان بن جاتا ہے ورنہ وہ جماعتی یا طبقاتی عصبیت کا شکار ہوکر اس فتنہ کے نرغہ میں آجاتا ہے۔

کسی ایک فرد کا دشمنوں کی سازش کا شکار ہوجانا اور اس کا آلہ کار بن جانا اتنا خطرناک نہیں جتنا قوم کا یہ دیوالیہ پن کہ وہ ہر آواز لگانے والے کے پیچھے دوڑ پڑے، اخبارات کی جذباتی اور فریب محض کی خبروں پر اس طرح دیوانہ ہوجائے کہ کچھ سننے کے لیے تیار نہ ہو۔

خصوصاً اس زمانہ کی پست سیاست کے بار بار تجربہ کے بعد بھی کہ ایک لیڈر الیکشن کے وقت کی تقریروں میں نہایت محب وطن واہل ملک کا مخلص ووفادار، امیر وغریب سب کا خادم وبہی خواہ نظر آتا ہے لیکن جب اپنا مقصد حاصل کرلیتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے، کسی کو نہیں پہچانتا، یہی حال ایک منحرف مسلم قائد کا ہوتا ہے کہ وہ اپنا گرویدہ بنانے اور لوگوں کو فریب دینے کے لیے اسلام کا نام لیتا ہے اور لوگ اس پر دیوانہ ہوجاتے ہیں لیکن جب وہ اپنا کام نکال لیتا ہے تو اسلام کو بھول جاتا ہے، مسلمان بار بار کے تجربہ کے بعد بھی یہ دھوکہ کھاتے رہتے ہیں لیکن ہوش سے کام نہیں لیتے، نہ ہوش دلانے والوں کی بات سنتے ہیں۔

جس امت کے پاس کتاب وسنت کی شمع فروزاں ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے فتنوں، منافقوں اور کذابوں کی علامات بھی بتادی ہوں، تاریخ میں انکی نظیریں بھی بار بار سامنے آچکی ہوں، وہ اس طرح فریب کھائے، یہ بہت فکر وتشویش کی بات ہے۔

☆☆☆☆☆

دعوت وعزیمت

حضرت سید احمد شہیدؒ - عظیم مجدد ومجاہد

[مقدمۂ کتاب "وقائع سید أحمد شهيد رحمة الله عليه"]

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد للہ رب العالمین، و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین، خاتم النبیین سیدنا محمد، و علیٰ آلہ و صحبہ الغر المیامین، و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، أما بعد:

ہندوستان دنیا کا بہت بڑا ملک ہے، شادابی اور زرخیزی بھی بہت ہے، اس کی وجہ سے انسانوں کی آبادی بھی بہت ہے، اسلام کے آنے سے قبل ہی سے اس کی زرخیزی کی شہرت رہی ہے، آبادی کی کثرت کے لحاظ سے یہاں مختلف مذاہب کا عمل دخل بھی رہا ہے، جو عام طور پر شرک سے تعلق رکھتے رہے ہیں، اسلام کے آنے کے بعد اسلام کے ماننے والے جس طرح دنیا کے دیگر علاقوں میں گئے اور اسلام کا تعارف کرایا، اس کے اثر سے متعدد ممالک پورے کے پورے اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، اور متعدد ممالک پورے تو نہیں لیکن وہاں کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد اسلام کو قبول کرنے والی بنی، ان ہی ملکوں میں ہندوستان بھی ہے، یہاں اسلامی مبلغ اور داعی بتدریج آئے، اور ان کے اثر سے یہاں اسلام کے ماننے والوں کی ایک معتد بہ تعداد ہوگئی، اسلامی مبلغ اور داعیوں کے علاوہ مسلمان فاتحین نے بھی یہاں کا رخ اختیار کیا، اور ان کو یہاں حکومت کرنے کا موقع ملا، ان کا اقتدار یہاں شروع ہوکر قائم رہا، اور صدیوں وہ یہاں کے حاکم رہے، لیکن حکومت کی مصلحتوں کے پیش نظر انہوں نے خود تبلیغ ودعوت کا کام نہیں کیا، البتہ اسلام کے مبلغین وداعیوں کو ان کے اصلاح و دعوت کے کام میں ان کے حکمراں ہونے سے مدد ملی، اور اسلام قبول کرنے والوں کو اپنے اسلام پر قائم رہنے میں تقویت حاصل ہوئی۔

اسلام کے داعی اور مبلغ حضرات بھی اپنی فکر و توجہ کے مطابق اپنا دینی فریضہ انجام دیتے رہے، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ ہندوستان کا بڑا حصہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے غیر مسلموں کی عادتیں اور اخلاق کا اثر مسلمانوں پر بھی پڑتا، اور خود مسلمان بھی ماحول اور دنیاوی مفادات کے اثر سے دینی غفلت میں مبتلا ہوتے تھے، جس کو مسلمان علماء اور داعی دور کرنے کا اہتمام کرتے، اس طرح یہاں کئی بار گمراہی اور بددینی اور دین سے غفلت عام ہوئی، جس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی صلاحیت اور دینی عزیمت کے حامل اشخاص پیدا ہوئے، انہوں نے گمراہیوں کا مقابلہ کیا، اور اسلامی طرز زندگی کو بحال کرنے میں خاصی کامیابی حاصل کی۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح و دعوت کا کام اور تحریک جہاد میں طریقہ نبوت کی ایسی پیروی تھی کہ عہد صحابہ کی یادیں تازہ ہوگئی تھیں، آپ کے اتباع سنت پر عمل دیکھ کر وقت کے جیّد ترین علماء آپ کے ساتھ ہوگئے تھے، اور ان کا یہ ساتھ دعوتی کام تک محدود نہیں رہا، بلکہ جہاد کے عمل میں بھی وہ پوری طرح قائدانہ انداز سے شریک رہے، اور اپنی جانیں اللہ کی رضا کی طلب میں قربان کردیں، جنگ کے عمل میں ظاہری کامیابی تو وہ نہ مل سکی جس کی ضرورت تھی، لیکن ادائے فرض اور شہادت کی کامیابی سنت کے طریقہ کے مطابق حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت میں ایسا انتظام رہا ہے، جس کے ذریعہ گمراہیوں کے بڑھ جانے پر ان کے مقابلہ کے لیے کوئی عظیم شخصیت سامنے آگئی، اور غیر معمولی کوشش سے حالات کو بدل دینے میں کامیاب ہوئی، جس کو مجدد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ان ہی غیر معمولی شخصیتوں میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سامنے آئی، اور اپنے زمانہ کے بگڑے ہوئے اور اسلامی طریقہ سے دور ہوجانے والے حالات کی اصلاح کا زبردست کارنامہ انجام دیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی میں رائے بریلی سے اٹھے، اور دہلی کے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے سے فیض حاصل کرکے پرعزم مومنانہ شان سے مجدد وقت اور مجاہد عظیم کا کردار انجام دیا، انہوں نے سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اتباع کا طریقہ اختیار کیا، پہلے افراد کی دینی اصلاح کے لیے اپنے قرب وجوار میں بہت مؤثر ڈھنگ سے کام کیا، جس کے اثر سے ہزارہا انسانوں کی اصلاح ہوئی، غیر مسلموں کے ذہنوں کو بھی متاثر کیا، جس کے نتیجہ میں ان کی ایک خاصی تعداد اسلام کی حلقہ بگوش ہوئی، اور مسلمانوں کے حلقہ میں بددینی میں مبتلا ہزارہا افراد کی دینی اصلاح ہوئی، پھر دین اسلام کے بعض ارکان واعمال میں علماء تک میں جو بے توجہی تھی، مثلاً نکاح بیوگاں،

اور سلام کا شرعی طریقہ، اور بعض دوسرے اعمال جن میں فریضہ حج بھی تھا، جس کو سمندری سفر کی دشواری کی بناء پر علماء نے عدم استطاعت کا عنوان دے کر ناقابل عمل قرار دے دیا تھا، جس کے سبب سے وہ متروک ہوگیا تھا، ان سب کی اصلاح کی طرف بھی حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ کی، اور خود حج کا سفر کرنے کا عزم اختیار کیا، اور اپنے ساتھ چلنے کے لیے اعلان کیا کہ جو چاہے وہ ساتھ چلے، اس کے لیے جہاز کرایہ پر لیے، اور ایک بڑی تعداد کو ساتھ لے کر حج کیا اور کرایا، اور اس طرح یہ ثابت کر کے دکھایا کہ عدم استطاعت کا عذر صحیح نہیں! حج سے فارغ ہو کر ہندوستان کی حکومتی گمراہیوں کے علاج کی بھی فکر کی۔

ہندوستان میں اس وقت مسلمان حکومتوں کو انگریزی سامراج نے اپنے اقتدار کے تحت کرلیا تھا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان کے اسلام کو بھی خطرہ پیش آگیا تھا، مسلمانوں کی آزادی انگریزوں کے جابرانہ اقتدار کے نیچے دب گئی تھی، دوسری طرف پنجاب کے علاقہ میں غیر مسلم اقتدار کا عمل دخل جابرانہ صورت اختیار کر گیا تھا، ان سب کا علاج حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں جہاد کا عمل تھا، جس کو شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کی پابندی کے ساتھ انجام دینے کا انہوں نے فیصلہ کیا، اور اس میں سنت نبوی کی پوری اتباع اختیار کی، اس کے لیے پہلے اپنے وطن مالوف سے ایسے علاقہ کی طرف ہجرت کی جو آزاد علاقہ تھا، اور وہاں مسلمانوں کا اقتدار تھا، یہ علاقہ افغانستان سے ملا ہوا ہندوستانی سرحدی علاقہ تھا۔

اس فریضہ سے پہلے انہوں نے اپنے وطن مالوف رائے بریلی میں فوجی تربیت کا انتظام کیا، اور جب ایک اچھی خاصی تعداد میں فوجی صلاحیت والے ایسے افراد تیار ہوگئے جنہوں نے صلاح وتقویٰ اور شریعت کے حکموں کی پابندی پر کاربند اور تقویٰ اور جذبہ سرفروشی کی صفت حاصل کرلی، ان کو لے کر آزاد علاقہ کا سفر کیا، اور وہاں پہونچ کر قرآن وسنت سے حاصل کردہ اصولوں کے مطابق جہاد کیا، اور اپنے پروردگار کی مرضی کو سامنے رکھتے ہوئے جہاد کے عمل میں جس قربانی کی ضرورت ہوئی اس کو اختیار کیا، اور آخر میں بالاکوٹ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی، وہ دعوت و جہاد کے عمل کو سنت کے مطابق انجام دے کر خود تو چلے گئے، لیکن اپنے پیچھے اپنے تربیت یافتہ لوگوں کی ایک ایسی تعداد چھوڑ گئے، جس نے عرصہ تک ہندوستان میں اصلاح ودعوت کا کام وسیع اور مؤثر ترین پیمانہ پر انجام دیا، جس سے غیر معمولی اثرات پڑے، اور اصلاح حال کا وسیع کام انجام پایا، جس کا دائرۂ عمل ہندوستان کے مشرق سے مغرب تک پھیلا۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح ودعوت کا کام اور تحریک جہاد میں طریقہ نبوت کی ایسی پیروی تھی کہ عہد صحابہؓ کی یادیں تازہ ہوگئی تھیں، آپ کے اتباع سنت پر عمل دیکھ کر وقت کے جید ترین علماء آپ کے ساتھ ہوگئے تھے، اور ان کا یہ ساتھ دعوتی کام تک محدود نہیں رہا، بلکہ جہاد کے عمل میں بھی وہ پوری طرح قائدانہ انداز سے شریک رہے، اور اپنی جانیں اللہ کی رضا کی طلب میں قربان کردیں، جنگ کے عمل میں ظاہری کامیابی تو وہ نہ مل سکی جس کی ضرورت تھی، لیکن ادائے فرض اور شہادت کی کامیابی سنت کے طریقہ کے مطابق حاصل ہوئی، اور جن کے لیے شہادت مقدر نہیں ہوئی، انہوں نے اپنی زندگیاں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھے ہوئے اصولوں اور طریقہ کار پر دعوت واصلاح کے کاموں میں لگادیں، ان کو حکمراں سامراجی طاقت کی سخت دشمنی سے سابقہ پڑا، اور انہیں بہت تکالیف اور قربانیوں سے گذرنا پڑا، لیکن وہ اپنے کام میں لگے رہے، اور پورے ملک پر اثر انداز ہوئے، اور دعوت واصلاح کا غیر معمولی اور وسیع تر کام انجام دینے میں کامیاب رہے۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی سیرت سازی اور اللہ کے دین کے لیے قربانی کا جو جذبہ اپنے ملنے والوں اور تعلق والوں میں ابھار دیا تھا کہ وہ سب صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر اپنی زندگیاں صرف کرنے لگے تھے، اس کو سمجھنے کے لیے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے واقعات اور حالات کا مطالعہ بہترین ذریعہ ہے، اور اس کے لیے ان کے واقعات و حالات کا مرقع جو ''وقائع سید احمد شہید'' کے نام سے تیار ہوا، بہترین ماخذ ہے، وقائع احمدی قلمی طور پر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کام وجدوجہد کی بہترین داستان ہے، اور اس میں سید صاحب کے حالات بہت اثر انگیز ہیں، کتاب پر لاہور کے بزرگ حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توجہ صرف کی، اب اس پر تحقیق وتحشی کا کام عزیزی سید سبحان ثاقب ندوی نے بڑی توجہ سے انجام دیا ہے، اس طرح کتاب کی افادیت میں اضافہ کردیا ہے، امید ہے کہ اس تحقیق وتحشی کے بعد یہ کتاب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور خصوصیات کے جاننے کے لیے بہترین مرجع ثابت ہوگی، میں اپنی قدردانی کا پورا اظہار کرتا ہوں، اور عنداللہ اس کار خیر کی قبولیت کی دعاء کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

دستور حیات

توبہ واستغفار اور دعا

مولانا محمد اویس نگرامی ندویؒ

توبہ واستغفار

"یَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ" [سورہ ھود/۵] (اے قوم اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف لوٹو)۔

جب آدمی کا کپڑا میلا ہوجاتا ہے تو اس کو صابن سے دھودیتے ہیں، اسی طرح گناہ کرنے سے آدمی کا دل گندہ اور میلا ہوجاتا ہے، اس گندگی کو توبہ کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ہے۔

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا کی سامنے اپنی خطا کا اقرار کریں، اس پر شرمندگی ظاہر کریں اور آئندہ جان بوجھ کر اس کے نہ کرنے کا وعدہ کریں، اگر کسی کا حق باقی ہے تو اس کو پورا کریں جیسے ہم نے کسی پر بہتان باندھا ہے یا ہمارے پاس کسی کا ناجائز مال ہے، تو یہ مال واپس کردیں اور جس پر بہتان باندھا ہے، اس سے اپنا قصور معاف کرائیں ان چیزوں کے بغیر توبہ پوری نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کے باوجود دن میں ۷۰ بار توبہ کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: خداوند! جب تک تیرے بندوں کے دم میں دم ہے، ان کو بہکاتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب تک بندے مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو بخشتا رہوں گا۔

برابر اپنے خدا سے معافی مانگتے رہنا چاہیے، وہ ہمارے گناہوں کو ضرور معاف کرے گا۔

دعا

"وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ" [سورہ اعراف/۲۴۴] (لوگو! اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر، چپکے چپکے پکارو اور ایسی آواز سے پکارو کہ جو پکار کر بولنے سے کم ہو، جو مانگنا ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، اس کے سوا کسی دوسرے میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تمہاری کسی آرزو کو پورا کرسکے، زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی محتاج ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس سے اس کی نعمتیں مانگی جائیں، جو نہیں مانگتا ہے اس سے وہ ناخوش ہوتا ہے، آدمی کو بڑی اور چھوٹی ہر چیز کے لیے اللہ ہی کے سامنے ہاتھ پھیلانا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے اچھی عادت دعا ہے، اپنے لیے، ماں باپ کے لیے، بیوی بچوں کے لیے، بزرگوں کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے دعا کرنا چاہیے، حرام چیزوں کے لیے اور اپنی اولاد اور مال کی تباہی کے لیے دعا نہ کرنا چاہیے، صرف دنیا کی بھلائی کی بھی درخواست نہ کرنی چاہیے بلکہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی اور خوشی کے لیے التجا کرنی چاہیے، جو کچھ مانگا جائے سچے دل سے اور اس کا یقین رکھتے ہوئے کہ ہماری دعا ضرور قبول ہوگی، چپکے چپکے دعا گڑگڑا کر مانگنا چاہیے، اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعائیں قبول نہیں کرتا ہے۔

دعا ان وقتوں میں زیادہ قبول ہوتی ہے

۱- فرض نماز کے بعد۔

۲- پانی بہت زور سے برس رہا ہو۔

۳- رات کے آخری حصہ میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزت و جلال والے خدا کے آگے جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر بھلائی مانگتا ہے تو وہ اس کو نامراد لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے۔

ان شاء اللہ

"وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَداً اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ" [سورہ کہف/۲۴] (اور کسی کام میں نہ کہنا کہ کل کروں گا مگر یہ کہ خدا چاہے)۔

خدا کے حکم کے بغیر درخت کا ایک پتہ نہیں ہل سکتا ہے، انسان کی کیا طاقت کہ اس کی مدد کے بغیر کوئی کام کرسکے، اس لیے قرآن کہتا ہے کہ اگر تمہیں کوئی کام کرنا ہو تو یوں نہ کہا کرو کہ میں ایسا کروں گا بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا نے چاہا تو کروں گا۔

ایک بندہ کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے خالق ومالک کو یاد رکھے، اس کے حکم کی بجاآوری کرے اور اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کی طرف فوراً رجوع کرے، اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے بندوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔

دعا مومن کا ہتھیار ہے، اس کو کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے، اس سے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت نازل ہوتی ہے۔

ہر کام اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اس لیے انسان کو خدا کے سامنے دست سوال دراز کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

دوائے دل

”ذکر“ قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

قرآن میں ذکر کا بیان

”سوتم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا“۔ [البقرہ/۱۵۲]

”اے ایمان والو! اللہ کو بکثرت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھو۔ [الاحزاب/۴۱،۴۲]

”مومنو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کردے، اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں“۔ [المنافقون/۹]

حدیث میں ذکر کا بیان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں“۔ [بخاری ومسلم]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مفرّدون سبقت لے گئے، صحابہؓ نے پوچھا مفرّدون کون لوگ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں“۔ [مسلم]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”سب سے افضل ذکر ”لا الہ الا اللہ“ ہے“۔ [ترمذی]

ذکر کی اہمیت ومقام

ذکر کس کو کہتے ہیں، ذکر کا مقام کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے واضح ہے، ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، قرآن میں فرمایا گیا: ”وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ“ [العنکبوت]۔ (اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے)۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے لیے آخرت میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اور سبقت کرنے والی چیز اللہ کی ہے، بندگان خدا جو جنت کے لائق ہوں گے جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور نعمت ہائے جنت سے ہمکنار ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گا، اور کچھ مانگو، وہ حیرت سے پوچھیں گے کیا اس کے بعد بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے؟ سب کچھ تو مل گیا، آپ کا دیدار بھی مل گیا، سب سے لطف اور مزے والی چیز اللہ کا دیدار ہے، پھر اللہ فرمائے گا تم پر میں اپنی رضا واجب کررہا ہوں، اور میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ [بخاری]

اللہ کی رضا سب سے بڑی دولت ہے، اسی لیے قرآن میں ارشاد فرمایا گیا: ”وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ“ [سورہ توبہ/۷۲]۔ (اور اللہ کی خوشنودی بہت بڑی چیز ہے) تو ظاہر ہے جب اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے تو یہ بڑی چیز ملے گی، سب سے بڑی چیز، اور وہ ہے اللہ کا ذکر، اللہ کی رضا بھی بڑی چیز اور اللہ کا ذکر بھی بڑی چیز، اور بڑی چیز بڑی ہی چیز سے ملتی ہے۔

قرآن سراپا ذکر ہے تو جب ذکر کے طور پر قرآن کی تلاوت کریں گے تو ہماری حفاظت ہوگی، صوفیاء اور بزرگان دین نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ قرآن سے جو ترقی ہوتی ہے، وہ اذکار سے نہیں ہوتی، اذکار سے ہونے والی ترقی محفوظ نہیں، اور قرآن سے ترقی کرنے والے کبھی واپس نہیں ہوتے، اور ذکر سے ترقی کرنے والا گر جاتا ہے، اس کی مثال بھی دی کہ بالوجمع کرکے دیوار بنائیں وہ ہے ذکر کی ترقی، اور اینٹ کی دیوار وہ ہے قرآن کی ترقی، بالو کو جمع کرنا اور بنانا آسان ہے، روڑیاں اور اینٹ سے بنانا اور چننا مشکل ہے اور جو مشکل ہوتا ہے وہ مضبوط ہوتا ہے۔

ذکر کی حقیقت

ذکر کی جمع اذکار ہے، ذکر کے ایک معنیٰ یاد کرنے کے ہیں، اس کی مختلف شکلیں ہیں: ۱- لسانی یعنی زبان سے اللہ کو یاد کرنا ۲- قلبی یعنی دل سے اللہ کو یاد کرنا ۳- تیسرا مرحلہ چرچا کرنے کا ہے کہ خود بھی ذکر کریں، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

ذکر کا غیبی وفطری انتظام

ذکر جب اتنی بڑی چیز ہے تو اللہ نے اس کے لیے انتظام بھی کیا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے، اور اقامت کہی جاتی ہے۔ [بیہقی عن ابن عباسؓ] جو ذکر بھی ہے اور

علم بھی، گویا علم وذکر کان میں ڈال دیا گیا، دونوں کا رس دل ودماغ میں گھول دیا گیا، تاکہ دل ٹھیک رہے جس کا تعلق ذکر سے ہے، اور دماغ سے بھی ٹھیک رہے جس کا تعلق علم سے ہے، اور دونوں اسی وقت صحیح رخ پر لگ جائیں اور چلنے لگیں، قرآن میں اللہ نے جابجا ذکر کا حکم دیا ہے: ”سوتم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ [البقرہ/۱۵۲] انسان کی فطرت میں ہے کہ کوئی احسان کرے تو اس کا شکر ادا کیا جائے ورنہ وہ احسان فراموش کہلاتا ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو بچپن ہی سے بے شمار نعمتوں سے مالا مال کرتا رہتا ہے، اگر وہ اللہ کو یاد نہ کرے، تو کتنی بے وفائی کی بات ہے، کتنی بے شرمی، بے غیرتی اور احسان فراموشی کی بات ہے، تو ذکر انسان کی طبیعت میں داخل کردیا گیا ہے، اگر کسی کے اندر یہ بات نہ ہو تو وہ احسان فراموش ہے۔

ذکر کا طریقہ

پھر اللہ نے یاد کرنے کا طریقہ بھی بتادیا کہ اگر کوئی اس کو یاد کرنا چاہے تو اس طرح یاد کرے، عام طور سے خط پر پتہ لکھا جاتا ہے تو اسی زبان میں لکھا جاتا ہے، جو زبان چل رہی ہو، اگر اردو میں پتہ لکھیں تو گم ہوجائے گا، ہندی میں لکھیں تو جلدی پہنچے گا، اگر انگریزی میں لکھیں تو ساری دنیا میں پہنچتا ہے، اسی طرح ذکر کا معاملہ ہے کہ عربی میں اس تو اس کا فائدہ غیر معمولی ہوگا، یوں تو اللہ تعالیٰ ہی زبانوں کا خالق ہے، جو جس زبان میں چاہے اللہ کو یاد کرے، اور جس طرح چاہے یاد کرے، اس کو فائدہ تو ہوگا، لیکن جو اللہ کا دیا ہوا ہے، اس کا جو فائدہ ہوگا وہ ترجمہ میں نہیں ہوسکتا، جیسے السلام علیکم کہنے پر ۱۰ نیکی، ورحمۃ اللہ کہنے پر ۲۰ نیکی اور برکاتہ پر ۳۰ نیکی لیکن اس کا ترجمہ کردیں تو نہ دس، نہ بیس، نہ تیس، میں آداب بجالایا، آپ پر سلامتی ہو، اس سے وہ فائدہ نہیں ہوگا جو السلام علیکم کہنے کا ہوگا، اسی لیے اللہ نے سلام کو اتنا آسان کردیا کہ ہر شخص کہہ سکتا ہے خواہ کسی علاقہ کا رہنے والا ہو، اللہ کا دستور ہے کہ وہ ہر عام اور مفید چیز کو آسان کردیتا ہے، اسی طرح ذکر کو بھی آسان کردیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے“۔ [ترمذی]

یہ کلمہ اذکار میں سب سے افضل ہے، اسی لیے تصوف کے حلقوں میں جو زیادہ تر کرایا جاتا ہے وہ یہی ہے، اور اس کو خاص انداز میں بھی کردیا جاتا ہے، لیکن اس میں جو گردن وجسم کا ہلانا اور سر کا جھکانا ہے یا اسی طرح کی اور چیزیں، یہ سب تدابیر کی طرح ہیں، یہ اصل نہیں، لیکن اب معاملہ الٹا ہوگیا ہے، سب لوگ انہیں تدابیر میں الجھ گئے، اصل بھول گئے، ”لا الہ الا اللہ“ کی ضرب لگانے کا یہ فائدہ ہے کہ ہمارے اندر جو لاابالی پن ہے اور غفلت ہے، وہ دور ہو، جیسے آدمی بہرا ہوتا ہے، اس کو بلانا ہوتا ہے تو زور سے بلاتے ہیں، یہ اسی طرح ہم بہرے ہیں تو دل کو جگانے کے لیے دل پر ضرب لگانی پڑتی ہے اور زور سے کہنا پڑتا ہے، اگر ہمارا دل بیدار ہو تو ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں ہی نہیں، خود بخود وہ چیزیں حاصل ہوجائیں گی، اسی لیے عربوں اور عجمیوں میں فرق ہے، عربوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ براہ راست عربی سمجھتے ہیں، اور صبح وشام اتنا اللہ کا نام لیتے ہیں کہ ان کا ذکر خود ہوجاتا ہے، اور ہم لوگ گونگے عجمی ہیں، ہمارے منہ سے سلام تک نہیں نکلتا، یا تو پان کھاتے ہوتے ہیں تو منہ بند ہے، ہاتھ ہلا رہے ہیں، اشارہ کررہے ہیں، حالانکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے، صبح سے شام تک کی دعائیں ان کو یاد ہیں اور عربی جاننے کی وجہ سے سمجھ کر وہ اس کو کہتے ہیں، اسی لیے ان کو خاص طور پر تسبیحات کی ضرورت نہیں، اور ہم کو تسبیحات کی ضرورت پڑتی ہے، ہم چلتے پھرتے نہیں کرپاتے تو ایک جگہ بیٹھ کر کرنا پڑتا ہے۔

صرف زبان سے ذکر کافی نہیں

صرف زبان سے ذکر کافی نہیں، بلکہ اس کی معرفت بھی ملنا چاہیے، لوگوں نے آج الفاظ کا نام ذکر رکھ دیا ہے، پتہ چلا کہ دس دس ہزار تسبیحیں ہیں، بیٹھ کر سر ہلا رہے ہیں، کوئی فائدہ اس کا نہیں ہورہا ہے، کیونکہ وہ غفلت سے کہہ رہے ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں: جب آدمی سبحان اللہ (اللہ سب عیب سے پاک ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً حکم دیتا ہے، اس بندے کے عیب دور کردو، اور جب کہا الحمدللہ (سارے کمالات اور تعریفات آپ کے لیے ہیں) تو اللہ نے اوپر سے کہا، اس کو کمال دو، اب جس درجہ میں ہمارا سبحان اللہ الحمدللہ ہوگا اسی درجہ میں ہمارے عیب دور ہوں گے گویا سبحان اللہ عیبوں کو دور کرنے کا ورد ہے، حدیث میں آتا ہے ہر نماز کے بعد ”سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر“ دس دس دفعہ کوئی پڑھ لے تو اس کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے، لیکن شیطان بھلا دیتا ہے، کوئی اس کی پابندی نہیں کرپاتا۔ [ابوداؤد]

ذکر کوئی معمولی چیز نہیں، بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے، لیکن ذکر ذکر کی طرح ہونا چاہیے، زبان سے جب ذکر ہو تو دھیان بھی ہو اور جب دھیان ہوگا، تو کام بنے گا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ بعض دفعہ آدمی

پر جب حملہ کا زور کا ہوتا ہے، تکلف سے کام لینا پڑتا ہے، اسی لیے قرآن میں ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا" [الاعراف/۲۰۱] (جو لوگ خدا ترس ہیں جیسا ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، اہتمام و مبالغہ اور تکلف سے کام لے کر تفعل میں اہتمام بھی ہے، اور تکلف بھی ہے، جب شیطان حملہ آور ہو تو نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر ہو، اور اللہ کا نام لیجیے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے، تو شیطان بہت بری طرح بھاگتا ہے، یعنی اس کی گت بن جاتی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ اذان دینے والے کے ذہن میں ہو یا نہ ہو لیکن لفظ جواس سے ٹکرا رہے ہیں، تو اس کی حالت خراب ہوجاتی ہے تو اس لیے تکلف سے کام لے کر ذکر کیا جائے اور اللہ کا نام لیا جائے تو شیطانی کیفیت ختم ہوجاتی ہے۔

قرآن کی تلاوت بھی ذکر ہے

قرآن کے بہت سے اوصاف ہیں، قرآن، فرقان، شفاء، کفایہ وغیرہ ہے، اسی طرح اس کو ذکر بھی کہا گیا: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" [الحجر/۹] (ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ قرآن کی تلاوت ہم اس انداز سے کریں کہ ذکر کا غلبہ ہو تو ہماری حفاظت ہوگی، یہاں "نزلنا القرآن" یا "نزلنا الفرقان" نہیں کہا گیا بلکہ "نزلنا الذکر" کہا گیا کیوں کہ قرآن میں سب سے بڑی خصوصیت ہے وہ ذکر کی ہے، ہر آیت میں اللہ کا نام آتا ہے، اور اللہ نے اپنی یاد کے سلسلہ کی جو آیات ذکر کی ہیں، وہ بہت ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن سراپا ذکر ہے تو جب ذکر کے طور پر قرآن کی تلاوت کریں گے تو ہماری حفاظت ہوگی، صوفیاء اور بزرگان دین نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ قرآن سے جو ترقی ہوتی ہے، وہ اذکار سے نہیں ہوتی، اذکار سے ہونے والی ترقی محفوظ نہیں، اور قرآن سے ترقی کرنے والے کبھی واپس نہیں ہوتے، اور ذکر سے ترقی کرنے والا گر جاتا ہے، اس کی مثال بھی دی کہ بالو جمع کر کے دیوار بنائیں وہ ہے ذکر کی ترقی، اور اینٹ کی دیوار وہ ہے قرآن کی ترقی، بالو کو جمع کرنا اور بنانا آسان ہے، روڑیاں اور اینٹ سے بنانا اور چننا مشکل ہے اور جو مشکل ہوتا ہے وہ مضبوط ہوتا ہے۔

ذکر میں مرشد کی ضرورت

حضرت تھانویؒ نے فرمایا: بغیر ذکر کے کچھ نہیں ہوتا، ایک صاحب نے کہا جب بغیر ذکر کے کچھ نہیں ہوتا تو ہم ذکر کرلیں گے، تو انہوں نے کہا: ذکر کے لیے ضروری ہے کہ کوئی سرپرست ہو، فرمایا ذکر تلوار کی طرح ہے، کبھی اپنا بھی سر کٹ جاتا ہے، ایسے ذکر بھی ہے، فائدہ تو اس کا غیر معمولی ہے، لیکن سنبھالنے والا چاہیے، کبھی آواز سنائی پڑنے لگتی ہے، کبھی بجلی دکھائی دینے لگتی ہے، بس آدمی اس میں گم ہوجاتا ہے، سمجھتا ہے خدا کو دیکھ لیا، جب کہ یہ ہو ہی نہیں ہوسکتا، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے تو وہ شیطان ہے، بہرحال ذکر غیر معمولی چیز ہے، اور حدیث میں آتا ہے، ذکر کرنے بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ [مسلم]

ایک صحابیؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، راستے تو بہت ہیں، کوئی ایسی چیز آپ بتائیں جس کو مضبوطی سے میں تھام لوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بس تمہاری زبان ذکر سے تر رہے" [ترمذی] تراسی وقت ہوگی جب اس کا تعلق دماغ سے ہوگا، زبان، دل، دماغ کے ساتھ ہو تب ذکر ذکر ہوگا، اس زمانہ میں یہ بات مفہوم تھی، اب یہ الٹا ہوگیا، شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے، اگر صرف زبان کا ذکر ہے تو کچھ فائدہ نہیں، جتنا دھیان قوی ہوگا فائدہ ہوگا، سارا مسئلہ ذہن سے تعلق رکھتا ہے۔

اذکار ماثورہ کی فضیلت

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟! انہوں نے کہا ضرور، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتائیں، آپؐ نے فرمایا: "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" [بخاری شریف] طاقت و قوت کسی چیز سے بچنے کی، کسی چیز کے کرنے کی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، حضرت ایوب انصاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا: "جس نے "لا الہ الا اللہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" دس مرتبہ پڑھا تو اس شخص کے برابر ہوگیا جس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے چار شخصوں کو آزاد کیا"۔ [بخاری شریف]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی حکیم نہیں، جو نسخے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیے ہیں، جو اذکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، اس میں جو فائدہ ہے، وہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆☆☆

اسوۂ صحابہؓ

دوستوں سے بھی محبت دشمنوں سے بھی وفا

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو امان دیدی، صرف چار مردوں اور چھ عورتوں کو اس سے مستثنیٰ کیا اور ان کی بابت حکم دیا کہ جہاں بھی ملیں قتل کردیے جائیں خواہ بیت اللہ کے پردوں سے چمٹے ہوئے پائے جائیں، وہ چار مرد حسب ذیل ہیں:

۱-عکرمہ بن ابوجہل ۲-عبداللہ بن خطل ۳-مقیس بن صبابہ اور ۴-عبداللہ بن سعد بن ابوسرح۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عبداللہ بن خطل کعبۃ اللہ کے پردہ سے لپٹا ہوا تھا، سعید بن حریث اور عمار بن یاسرؓ نے دیکھا تو تیزی سے اس کی طرف لپکے، لیکن حضرت سعیدؓ چونکہ نوجوان اور حضرت عمارؓ سے زیادہ پھرتیلے تھے، لہٰذا پہلے اس تک پہونچ گئے اور اس کا کام تمام کردیا، دوسری طرف مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پکڑ کر قتل کردیا، عکرمہ کسی طرح بچ بچا کر ساحل کی طرف نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور کشتی پر بیٹھ کر فرار ہونا چاہا، لیکن کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی کہ کشتی طوفان میں گھر گئی جب بچنے کا کوئی راستہ نہ رہا تو کشتی والوں نے کہا کہ سب لوگ ایک خدائے برحق کو پکارو، اس لیے کہ یہاں اس تند و تیز طوفان میں تمہارے معبودان باطل کچھ کام نہ آئیں گے، عکرمہ نے کہا کہ اگر سمندر میں صرف ایک خدا ہی نجات دے سکتا ہے، تو یقیناً خشکی میں بھی صرف وہی ایک خدا بچا سکتا ہے، پھر انہوں نے یہ نذر مانی کہ:

اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ہلاکت خیز طوفان سے بچالیا تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاؤں گا، اور ان کی اطاعت قبول کرلوں گا، مجھے یقین ہے کہ وہ ایک نرم دل اور مہربان انسان ثابت ہوں گے، چنانچہ اپنی نذر کے مطابق وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام قبول فرما کر انہیں معاف فرمادیا، چوتھے اور آخری شخص عبداللہ بن سعد ابوسرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے گھر چھپ گئے، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان بن عفانؓ انہیں بھی لے کر آئے اور آپ کے سامنے لاکر کھڑا کردیا، پھر عرض کیا:

یارسول اللہ! عبداللہ کو بیعت کرلیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا گویا تینوں مرتبہ آپؐ انکار کرنا چاہتے ہوں، پھر چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیعت کرلیا، اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی بھی ہوشیار اور سمجھدار ایسا نہ تھا جو مجھے بیعت سے ہچکچاتے ہوئے دیکھ کر اسے قتل کردیتا، صحابہؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! ہمیں کیا معلوم کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ سے ہلکا سے اشارہ کیوں نہیں فرمادیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرے، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

مذکورہ بالا حدیث سے ماخوذ فوائد ونتائج

۱-فتح مکہ اسلام اور مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابی تھی جس سے حق غالب اور باطل مغلوب ہوگیا۔

۲-اس واقعہ سے ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا بھی علم ہوتا ہے کہ باوجود قدرت اور طاقت اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی معاف فرمادیا کرتے تھے۔

۳-اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم احکامات الٰہیہ کی پامالی اور اس کے استخفاف پر بہت غصہ ہوتے تھے اور مجرموں کے خلاف سخت سے سخت احکامات جاری کرتے تھے، اور یہ سب خاص اللہ کے لیے تھا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی ناراض نہیں ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس پر شاہد ہے۔

۴-ایک سچا مومن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی تعمیل کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

۵-دشمنان اسلام کو قتل کرنا بھی جہاد ہے۔

۶-ندامت کے ساتھ توبہ کرنے والوں کو معاف کردینا چاہیے۔

۷-کسی شہر یا ملک کو فتح کرنے پر ظلم و استبداد اور تشدد و استحصال اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

۸-اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کی قدر کرتے تھے۔

۹-کسی نیک کام میں سفارش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۰-نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو بھی آنکھوں کی خیانت زیب نہیں دیتی۔

☆☆☆☆☆

ایک مطالعہ

نظام تعلیم وتربیت

اندیشے، تقاضے اور حل-ایک تعارف

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

سبحانك لا علم لنا إلا ما علمتنا إنك أنت العليم الحكيم۔

مختلف موقعوں پر تعلیم وتربیت سے متعلق مختلف عنوانات سے لکھے گئے مضامین پر مشتمل یہ مجموعہ آپ کی خدمت میں پیش ہے، مجموعہ میں شامل مضامین کی اہمیت کا اندازہ مجموعہ کے عنوان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیم استاد محترم والد ماجد مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی دامت برکاتہم کے قلم سے نکلے یہ مضامین مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوکر لوگوں کے لئے چشم کشا ثابت ہوچکے ہیں، ان کی افادیت اور مغرب زدہ اس ماحول میں ان کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ان کو اب کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، مضامین اصلاً عربی زبان میں لکھے گئے، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی ادب وتفسیر کے استاذ مولانا محمد وثیق ندوی نے ان مضامین کو اردو میں منتقل کیا اور ذیلی عناوین سے مزین کرکے اردو داں حلقہ کے لائق بنایا، یہ ہمارے لئے خوشی اور سعادت کی بات ہے کہ اس مجموعہ کو شائع کرکے آپ حضرات تک پہنچانے کا ہمیں موقع مل رہا ہے۔

یہ دور تعلیم کا ہے، علم کے حصول کا ہے، مدرسوں اور اسکولوں کا ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا ہے، ٹیوشن اور کوچنگ کا ہے، بستے ہیں کہ پھولتے جارہے ہیں، کاندھے ہیں کہ ان کے بوجھ سے جھکتے جارہے ہیں، ڈونیشن اور فیس نے باپ کی کمر توڑ دی، اسکول کی تیاری نے ماں کی نیند اڑادی، ہوم ورک کی زیادتی نے معصوم طلبہ کے چہروں سے ان کی مسکراہٹ چھین لی۔

لیکن ایک سنہرے مستقبل کی امید میں ماں باپ کو یہ سب گوارہ، آخر وہ مستقبل حال میں بدلتا ہے، لیکن افسوس کہ تب تک ماں باپ کے خوابوں کا وہ شیش محل چکنا چور ہوچکا ہوتا ہے، بڑھاپا ہے اور ایک لق ودق مکان کی حفاظت کا مسئلہ ہے، صاحبزادہ جاچکے ہیں آسٹریلیا اور صاحبزادی کی رخصتی ہوچکی ہے کینیڈا، رہے وہ دونوں تو اب ان کی عمر کہیں جانے کی نہیں، آرزوئیں تمام دم توڑ چکی ہیں، تمنائیں ایک ایک کرکے سب رخصت ہوچکی ہیں، اب تو بس اپنی رخصتی کا منظر نگاہوں کے سامنے ہے، فکر ہے تو صرف اس بات کی کہ کیسے ہوگا یہ سفر، کس کے کاندھے پر ہوگا، زاد سفر کہاں سے آئے گا، راستہ کی ضرورتیں کون پوری کرے گا، منزل تک پہنچانے کے فرائض کون انجام دے گا، میرا بچہ تو اس لائق نہیں، اس راہ سے وہ واقف نہیں، کہاں جانا ہے یہ اسے پتہ نہیں، سفر کی مدت کا اسے کچھ اندازہ نہیں، راستہ کی ویرانی، مسافر کی تنہائی اور مسافت کی دوری کا اسے کوئی علم نہیں۔

یہ ہے مستقبل اس نظام تعلیم وتربیت کا جس کے لیے اس وقت دنیا دیوانی ہے، ایسی دیوانی کہ نہ تو اسے عقیدہ کی پرواہ ہے، نہ اخلاق کی فکر ہے، نہ عبادات کا خیال ہے، نہ معاملات کے بگڑنے کا احساس ہے، اور نہ طور وطریق بدلنے کا اسے کوئی ملال۔

جن کا آخرت پر ایمان نہیں ان سے تو کچھ کہنا ہی نہیں، لیکن جو حضرات آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور ایک ابدی زندگی کا تصور رکھتے ہیں، ان سے کہنے کو ضرور یہ دل چاہتا ہے کہ وہ نظام تعلیم وتربیت جس کے پیچھے آپ اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہیں وہ ایک مخصوص مذہب، ایک مخصوص کلچر اور ایک مخصوص طرز فکر کی نمائندگی کرتا ہے، مادیت پر اس کی بنیاد ہے، روحانیت سے وہ بیزار ہے، قلب کی دنیا اس کی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہے، صرف مادی دنیا ہے جو ہمہ وقت اس کے پیش نظر ہے، رہی آخرت تو وہ اس کے ہاں صرف ایک خیال اور ایک افسانہ ہے، تو کیا ایسے نظام تعلیم کو جوں کا توں قبول کرلینا ہمارے لیے ہمارے ملک کے لیے اور ہماری ملت کے لئے سودمند ہوسکتا ہے؟

ہم مانتے ہیں اور صرف مانتے ہی نہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے، اس میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی، جسم بھی ہے اور روح بھی، کمانا بھی اور خرچ کرنا بھی، اس میں رعایت ہے فرد کی بھی اور افراد کے مجموعہ کی بھی، اس میں اہمیت ہے خاندان کی بھی اور سماج اور معاشرہ کی بھی، مرد کی بھی اور عورت کی بھی، والدین کی بھی اور پڑوسیوں کی بھی، یتیموں کی بھی اور بیواؤں کی بھی، کمزوروں اور لاچاروں کی بھی اور ضعیف وناتواں بوڑھوں کی بھی، حتی کہ اس میں ہدایات ہیں معاندین ومخالفین کے لئے بھی اور حقوق ہیں غیر مسلم ہم وطن بھائیوں کے لئے بھی۔

اس کے برخلاف مغربی نظام تعلیم محدود رہتا ہے صرف ایک ذات تک، وہ فرد کے گرد گھومتا ہے، شخصی نفع ونقصان سے مطلب رکھتا ہے، ذاتی مفادات کو مد

نظر رکھتا ہے، اور صرف جسم کی لذت وراحت کے وسائل فراہم کرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ مغربی نظام تعلیم کی خوبیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مغرب نے اپنے اس نظام تعلیم کی بدولت سائنس، ٹکنولوجی، صنعت، حرفت، ریاضی، انجینئرنگ، فلکیات، طبیعیات اور دوسرے علوم وفنون میں کامیابی کی منزلیں طے کیں، ایجادات پر ایجادات کیں، چاند پر کمندیں ڈالیں، سمندر کی گہرائیاں ناپیں، فتوحات پر فتوحات حاصل کیں، یہاں تک آج وہ اپنے اسی نظام تعلیم کی بدولت اس منزل تک پہنچ گیا کہ اس نے دنیا کو اپنی مٹھی میں کرلیا، لیکن ساتھ ساتھ اس نے انسان کو بحیثیت انسان کے جینے سے محروم کردیا، امن کو غارت کیا، سکون کو برباد کیا، خاندانی نظام کو درہم برہم کیا، دلوں کو محبتوں سے خالی کیا، اور اس کی شکل بدل کر اس کو ایک تجوری بنادیا۔

جسم کی ضرورتوں سے کس کو انکار، آرام و راحت سے کس کو بیر، فرد کی اہمیت کسے تسلیم نہیں، ذاتی نفع ونقصان کی کس کو فکر نہیں، دنیاوی ترقی کی تمنا کس کے دل میں نہیں، لیکن روح کو نظر انداز کرکے، آخرت کو فراموش کرکے، انسان کی انسانیت کو پامال کرکے، سماجی تقاضوں کو پس پشت ڈال کے، ماں باپ، رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے ناطہ توڑ کے صرف اپنی ذات تک اپنی سوچ کے دائرہ کو محدود کرلینا، یہ طرز عمل جانوروں کا تو ہوسکتا ہے کسی انسان کا نہیں، جنگل میں تو اس طریقہ سے رہا جاسکتا ہے لیکن انسانی آبادی میں نہیں۔

یقیناً ہر قوم کو ضرورت پڑتی ہے ڈاکٹروں کی، انجینئروں کی، سائنس دانوں کی، صنعت کاروں کی، قانون دانوں کی، ریاضی کے ماہرین کی اور دوسرے علوم وفنون میں دسترس رکھنے والوں کی، مسلم معاشرہ کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کے ساتھ، اعلی انسانی قدروں کے ساتھ، ہمدردی وغمخواری کے جذبہ کے ساتھ، دوسروں کے دکھ درد کے احساس کے ساتھ، اور یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں تو اسلامی نظام تعلیم و تربیت کے مرحلہ سے گذر کر۔

ہوسکتا ہے کہ میری ان باتوں سے آپ کو اتفاق نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی زبان نہیں تو دل ضرور کچھ اس طرح گویا ہو کہ کس نظام تعلیم وتربیت کی آپ بات کرتے ہیں، وہ نظام تعلیم جس کے پروردہ اشخاص کو دیکھ کر یہ شعر یاد آتا ہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

جن کے پاس نہ دین ہے نہ دنیا، جنت و دوزخ کے تذکرے تو بہت کرتے ہیں لیکن نہ دوزخ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ جنت میں جانے کی کوئی فکر، دین بیچتے ہیں اور دنیا خریدتے ہیں، شہرت وناموری کے دلدادہ اور کبر و نخوت میں ڈوبے ہوتے ہیں، نہ ان کے یہاں قناعت ہے، نہ توکل ہے، نہ زہد ہے، نہ استغنا ہے، نہ ایثار ہے، نہ ہمدردی ہے اور نہ تقوی، جگر مرادآبادیؒ نے اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں کتنے دکھ سے یہ بات کہی ہے:

واعظ کا ہر ارشاد بجا تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرور عشق نہیں چہرے پہ یقیں کا نور نہیں

تو کیا ایسی صورت میں اس نظام تعلیم وتربیت سے کوئی اچھی امید لگائی جاسکتی ہے؟ جی ہاں! بشرطیکہ آپ اس نظام سے جڑیں، خرابی نظام کی نہیں، دانشگاہوں کی نہیں، تربیتی اداروں کی نہیں، خانقاہوں اور مدرسوں کی نہیں، نصاب تعلیم کی نہیں، خرابی ان لوگوں کی ہے جو اس نظام سے جڑتے ہیں، لیکن دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لئے اور اپنی مادی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے، آپ جڑیں نیت کی درستگی کے ساتھ، اخلاص کے جذبہ کے ساتھ، عمل کے ارادے کے ساتھ، پھر دیکھئے انسانیت کی کھیتی کیسے لہلہاتی ہے اور انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام کیسے واپس ملتا ہے۔

ضرورت آج قدیم وجدید میں توازن پیدا کرنے اور ان کا صحیح استعمال کرنے کی ہے، علم قدیم ہو یا جدید ہو، ہر علم خدا کا دیا ہوا ہے، ہر علم خدا تک پہنچاتا ہے، ہر علم اپنے اندر افادیت رکھتا ہے، ہر علم مشکلات میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے، بشرطیکہ اس کا حصول رب کے نام کے ساتھ ہو، خدا کے تصور کے ساتھ ہو، جوابدہی کے احساس کے ساتھ ہو۔

جدید کہے جانے والے علوم کا المیہ یہ ہے کہ خالق کائنات سے ان کا ربط ٹوٹ گیا، اسم "رب" سے ان کا رشتہ منقطع ہوگیا، قدیم کہے جانے والے علوم کا مسئلہ یہ ہے کہ ان سے وابستہ افراد کا سب سے بڑا سرمایہ اخلاص تھا، اب وہی اخلاص دھیرے دھیرے ان کی زندگیوں سے نکلتا جارہا ہے، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ایک مرتبہ گاندھی جی کی ٹکلتہ آمد کے موقع پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طلبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا: گاندھی جی، دنیا میں صرف یہی وہ جماعت ہے جو علم کو برائے علم اور برائے رضائے الٰہی حاصل کرتی ہے، لیکن افسوس کہ آج یہ جماعت بھی اپنا امتیاز کھوتی جارہی اور دنیا کی رنگینیوں میں گم ہوکر اپنے ماضی سے اپنا رشتہ کمزور کررہی ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ سماج کے ہر طبقہ کو اس کا نقصان اٹھانا پڑرہا ہے۔

انسان کی ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ اس نے علم کو تقدس کا درجہ دیدیا ہے، اس نے علم کو غلطی کرنے اور دھوکہ کھانے سے مبرا سمجھ لیا ہے، آج دنیا کا سارا

بگاڑ اسی تصور کا نتیجہ ہے، علم غلطی کرتا ہے، دھوکہ کھاتا ہے، چوک اس سے ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ علم آسمانی تعلیمات وہدایات کی رہنمائی میں اپنا سفر طے کرے اور احکام الٰہی کا پابند اور اس کا تابع ہو کر اپنا کردار ادا کرے۔

آج ضرورت ہے جدید علوم کو خدا کے نام سے جوڑنے اور قدیم علوم سے وابستہ افراد میں اخلاص پیدا کرنے اور ان میں رضائے الٰہی کے جذبہ کو فروغ دینے کی، یہی اس وقت علمی دنیا کی سب سے بڑی خدمت اور انسانی دنیا کی اہم ترین ضرورت ہے۔

"اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (العلق:۱-۵)

(پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کو پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے، پڑھو اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے، جس نے قلم سے تعلیم دی، انسان کو اس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا)۔

"قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى" (الأعلی:۱۴-۱۹)

(کامیاب وہ ہوا جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے پروردگار کا نام لیا اور نماز پڑھی لیکن تم لوگ دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت کی زندگی اس سے کہیں زیادہ بہتر اور پائیدار ہے)۔

وقت کی تیز رفتاری، کاموں کا ہجوم، مسائل کا انبار، امراض کی کثرت، جلسوں کی ہنگامہ آرائی، کمر توڑ مہنگائی اور معاش کے لیے تگ ودو نے طالب علم کو بالکل لٹو بنا کر رکھ دیا ہے، ایک زمانہ تھا کہ دوران تعلیم ٹیوشن کا تصور بھی محال تھا، طالب علم کا سارا وقت صرف علم کے حصول میں صرف ہوتا تھا، ہر فکر سے وہ آزاد اور ہر معاملہ سے وہ بے نیاز رہتا تھا، لیکن آج حالات بالکل بدل چکے ہیں، اب طالب علم کو مختلف کاموں کیساتھ اپنا علمی سفر جاری رکھنا پڑتا ہے، حالات کی ان تبدیلیوں کو دیکھتے ہوئے تعلیم کے جدید وسائل و ذرائع سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے، جدید نظام تعلیم کی یہ خوبی ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ رہتا ہے اور حالات کے پیش نظر اپنے نظام میں تبدیلی لاکر اس کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

وہ علوم وفنون جواب اپنی افادیت کھو چکے ہیں، صرف قدیم ہونے کی وجہ سے ان کو نصاب میں شامل کر کے طلبہ کو ان جدید علوم وفنون سے جو اس وقت زمانہ کی ضرورت بن چکے ہیں، محروم کر دینا گویا طلبہ کو اپنے ہی معاشرہ میں اجنبی بنا دینا ہے، زبان، ثقافت، حالات ومسائل سے واقفیت اور معلومات عامہ کو بالکل اپڈیٹ (Update) ہونا چاہئے قدیم نظام تعلیم کے پروردہ اس وقت تک اپنی دینی، دعوتی واصلاحی ذمہ داری انجام نہیں دے سکتے اور نہ اس وقت تک قوم وملت کی قیادت ورہنمائی کا کردار ادا کر سکتے ہیں، جب تک کہ وہ اس دور کے رائج علوم سے بہرہ ور نہ ہوں، لہٰذا ضرورت کے مطابق، مقصد سے ہم آہنگ اور مشن کی تکمیل کی راہ میں معاون جدید علوم وفنون کو اختیار کرنا ناگزیر ہے۔

ہم شکر گزار ہیں استاد محترم کے کہ انہوں نے اس اہم ونازک موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک دیانت دار مصنف کی طرح پوری غیر جانبداری کے ساتھ دونوں نظاموں کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کی اور ان کو مزید بہتر اور مفید بنانے کے مشورے دیئے۔

عم محترم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے اپنی بے پناہ مصروفیات اور پے در پہ اسفار کے باوجود وقت نکال کر اس کتاب کے لیے نہایت ہی گرانقدر مقدمہ تحریر فرمایا، یہ مقدمہ نہ صرف یہ کہ کتاب کی قیمت میں اضافہ کرتا ہے؛ بلکہ تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں بہت سے نئے پہلو ہمارے سامنے لاتا ہے اور تعلیم و تربیت کا مقصد متعین کر کے منزل تک پہنچنا ہمارے لیے آسان کر دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ایک دستاویز، ایک کہانی، ایک پیغام

روداد چمن

ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی - جو ۱۹۷۵ء کو دارالعلوم کے وسیع سبزہ زار پر منعقد ہوا - کی مفصل روداد، اور اس کے قابل ذکر انتظامات، اور اہم واقعات کی جھلکیاں

مرتب: مولانا سید محمد الحسنی مرحوم

سابق ایڈیٹر مجلہ البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

قیمت:-/150 صفحات:-/352

ملنے کا پتہ:

مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بحث ونظر

حجیت حدیث - ایک مطالعہ

ڈاکٹر سید کمال اللہ مختیاری ندوی

قرآنِ کریم ایمانیات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے متعلق اہم احکامات وتعلیمات اور بنیادی اصول ومسائل پر مشتمل اللہ کی کتاب ہے لیکن ان احکامات کی تشریحات وتعلیمات کی توضیحات اور اصول ومسائل کی تفصیلات تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اعمال سے متعین ہوئے ہیں جنہیں ہم احادیث کہتے ہیں، اللہ ہی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی تعلیمات دینے اور احکام کی تفصیلات بیان کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ صحیح احادیث میں جو احکام ملتے ہیں وہ قرآن کریم سے ماخوذ ہیں اور ان کا استنباط خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی ہدایت وربانی تائید سے فرمایا ہے اس لیے انہیں ماننا اور ان پر عمل کرنا ہمارے لیے واجب ہے قرآن کریم کی آیات بواسطہ جبرئیلؑ وحی ربانی ہیں تو حدیث کی رویات بلا واسطہ القاء ربانی ہیں قرآن کی آیات اور حدیث کی روایات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے وحی خداوندی کی تفصیلات سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے اس لیے یہاں وحی خداوندی سے متعلق اہم معلومات بطور ایجاز پیش کی جارہی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خداوندی نازل ہوئی ہے بنیادی طور پر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) وحی متلو (۲) وحی غیر متلو: ان دو قسموں کی کچھ صورتیں ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ قرآن کریم کی آیات کو اسلام کی اصطلاح میں وحی متلو کہا جاتا ہے، قرآن کریم کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ نے قرآن کریم کے ان الفاظ ومعانی کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے ان کا ایک نقطہ یا شوشہ تک نہ بدلا جاسکا اور نہ ہی کبھی بدلا جاسکتا ہے۔

دوسری قسم وحی غیر متلو کی ہے اس وحی خداوندی کو وحی غیر متلو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے اس وحی غیر متلو کے ذریعے بھی اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے احکام عطا فرمائے ہیں، جو احادیث کی شکل میں محفوظ ہیں احادیث کے لیے الفاظ کا انتخاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے قرآن کریم میں اسلام کے اصول اور بنیادی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے اور ان اصول کی تشریحات اور تعلیمات کی توضیحات احادیث میں پائی جاتی ہیں۔

وحی متلو کی صورتیں:

۱- وحی بصورت صلصلة الجرس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حارث بن ہشامؓ نے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت وحی کے متعلق دریافت کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أحيانا يأتيني مثل صلصلة الجرس وهو أشد علي وأحيانا يتمثل لي الملك رجلا" کبھی مجھے گھنٹی کی جیسی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے۔ [صحیح بخاری:۲/۱] حدیث شریف سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت وحی میں گھنٹی کی جیسی آواز آتی تھی اور یہ صورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بڑی دشوار ہوتی تھی، اس کیفیت وحی میں غیر معمولی صورت ہونے کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بوجھ محسوس کرتے تھے۔

۲- وحی بصورت ملک

اس قسم وحی میں اللہ تعالیٰ اپنا پیغام فرشتہ جبرئیلؑ کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھیجتا رہا ہے اکثر جبرئیلؑ تقریباً صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں تشریف لاتے رہے ہیں، بسا اوقات اجنبی انسان کی صورت میں آنا بھی ثابت ہے جس کا ذکر مشہور حدیث جبرئیلؑ میں ملتا ہے۔ [مشکوۃ، حدیث جبرئیل] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ اس وحی کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دقت یا دشواری نہیں ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: "وهو أهونه علي". [الإتقان:۱/۴۶]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ اس وقت جب آپ نے جبرئیلؑ کو ان کی اصل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی دوسری مرتبہ معراج میں تیسری مرتبہ کے سلسلے میں سند کمزور ہے صحیح روایت کی روشنی میں ثابت نہیں وہ اس طرح ہے کہ نبوت کے ابتدائی دور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کو دیکھا ہے۔ [علوم القرآن ص/۳۹، مولانا محمد تقی عثمانی]

نفث فی الروع

حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی شکل میں

آئے بغیر آپ کے قلب مبارک میں بات القاء فرمادیتے تھے چنانچہ اس کی وضاحت اس روایت میں ہے: "إن روح القدس نفث فی روعی" روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔[الاتقان:۱/۳۶]

وحی کلام الٰہی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف بحالت بیداری وبحالت خواب دونوں میں حاصل ہوا ہے بحالت بیداری معراج میں اور بحالت خواب ایک مرتبہ اس قسم وحی میں اللہ تعالیٰ براہ راست رسول اکرم سے ہم کلام ہوا ہے اس لیے یہ قسم وحی بہت اعلیٰ ہے اس طرح کا شرف انبیاء کرام میں موسیٰ علیہ السلام کو بھی حاصل ہوا ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: "کَلَّمَ اللّٰہُ مُوسیٰ تکلیماً" اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب باتیں کیں۔[النساء/۱۶۴]

وحی غیر متلو کی صورتیں

اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کے ساتھ اور چیزیں بھی نازل کی ہیں جس کی روشنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فہم و استنباط فرمایا ہے ان چیزوں کے لئے قرآن کریم میں خاص اصطلاحیں ملتی ہیں جو وحی غیر متلو کی صورتیں ہیں یہاں قرآن کریم کی روشنی میں ان اصطلاحوں کی تشریح مختصراً کی جارہی ہے۔

(۱) وحی قلبی ورویاً صادقہ (۲) تبین (۳) ارأۃ (۴) حکمت (۵) میزان (۶) اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں نور جو وحی غیر متلو ہے اس کی تائید یوں فرماتا ہے: "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی إِنْ ھُوَ إِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ" اور یہ خواہش کے تحت منہ سے بات نکالتے ہیں ارنہ ہی اپنی طرف سے کچھ بات کرتے ہیں جو کچھ فرماتے ہیں وہ بحکم خداوندی ہوتا ہے۔[النجم/۳] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی ومنشا کے مطابق کہتے ہیں یعنی خدا کی دی ہوئی نعمت علم بخشی ہوئی دولت فہم عطا کی ہوئی، معرفت وفراست اور حکمت کی بنیاد پر کہتے ہیں چنانچہ یہ آیت وحی غیر متلو کے مضبوط ترین دلیل ہے۔

وحی قلبی ورویاً صادقہ

اس قسم وحی میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو مسخر فرما کر اس میں بات ڈالتا ہے اس قسم وحی میں نہ فرشتہ کا واسطہ ہوتا ہے نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواسِ خمسہ کا دخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں بات ڈالتا ہے اور قلب مبارک میں جاگزیں فرمادیتا ہے یہ وہی بیداری اور خواب دونوں میں ہوئی ہے، انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی کے درجہ کا ہوتا ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم بذریعہ خواب ہی دیا گیا ہے اس قسم وحی میں یہ بھی ہوتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند کی حالت میں خواب ہوتے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھتے بیداری میں ویسا ہی پاتے یعنی خواب میں جو بات دکھائی جاتی جوں کا توں وقوع پذیر ہوجاتی چنانچہ ایک مرتبہ ایک منافق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کردیا تھا تو اس سحر کی اطلاع اور اسے دفع کرنے کا طریقہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب ہی میں بتایا گیا تھا۔[صحیح البخاری/ص ۸۵۷]

تبین: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْھِمْ" ہم نے قرآن کریم کو اے محمد آپ پر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے آپ اس کی تعلیم دیں اور تشریح کریں جو ان کے لئے نازل ہوا ہے۔[النحل/۴۴] اس آیت سے صاف معلوم ہوتا کہ اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسر قرآن شارح قرآن قرار دیا ہے۔

ارأۃ: ارشاد ربانی ہے: "إِنَّا أَنْزَلْنَا الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللّٰہُ" اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے، اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت بتائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت قاضی وحاکم کی ہے۔

حکمت:

اس کے متعلق اللہ فرماتا ہے: "وَأَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ" اور اللہ نے آپ پر نازل کی کتاب اور حکمت اور آپ کو سکھایا وہ کچھ جو آپ نہ جانتے تھے۔[النساء/۱۱۳]

اسی طرح دوسری آیت میں فرماتا ہے: "اُذْکُرُوْا نِعْمَۃَ وَمَا أَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتَابِ وَالْحِکْمَۃِ یَعِظُکُمْ بِہٖ" اور یاد رکھو اپنے اوپر اللہ کے احسان کو اور کتاب اور حکمت کو جو اس نے آپ پر نازل کی ہے اللہ آپ کو اس کا پاس رکھنے کی نصیحت فرماتا ہے۔ [بقرہ/ ۲۳۱] ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب کے ساتھ حکمت جس کی مستقل حیثیت ہے وہ بھی نازل کی گئی تھی جس کی تعلیم بھی آپ لوگوں کو دیتے تھے۔

میزان: کے تعلق سے قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے: "اللّٰہُ الَّذِیْ أَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ" اللہ ہی ہے جس نے نازل کی کتاب کی کتاب حق کے ساتھ اور میزان۔ [شوریٰ/ ۱۷] یہاں میزان سے مراد نظام عدل ہے یعنی ایسا نظام جو اللہ کی مرضیات وہدایات کے مطابق ہوتا ہے جس سے انسانی زندگی کا بگاڑ درست ہوجاتا ہے اور

معاشرے کی بے اعتدالیاں وناہمواریاں ختم ہوکر توازن واعتدال قائم ہوجاتا ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میزان کی دولت جو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی ہے اس کے ذریعے فیصلہ فرماتے ہیں۔

نور: قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ فرماتا ہے: "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ أَنْزَلْنَا" پس ایمان سے آؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔ [التغابن:/۸] یہاں وضاحت کردی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب کے ساتھ ایک اور چیز نور دی گئی ہے اس سے مراد علم ودانش، بصیرت اور فراست ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت سے اللہ کی طرف سے عطا کی گئی تھی۔

وحی خواہ قسم متلو ہو یا غیر متلو ہو براہ راست نہ ہم نے پایا ہے نہ ہمارے پاس آئی ہے بلکہ اس کو تو ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہے

اور رسول اکرم نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ یہ ہدایت ان کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہے اور انہوں نے ہم تک پہنچائی ہے وحی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانے سے پہلے ہم رسول اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا نمائندہ تسلیم کرتے ہیں اور ایسا نہیں ہوا ہے کہ ہمارے پاس پہلے قرآن آیا اس کے بعد رسول آئے اور رسول کی تصدیق قرآن سے ہوئی معاملہ تو اس کے برعکس ہے ہمارے پاس پہلے رسول آئے اور اس کے بعد قرآن آیا، اور قرآن کی تصدیق رسول سے ہوئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ یہ قرآن ہے کلام اللہ ہے اب ذرا غور فرمایئے وہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن وحی متلو کے علاوہ دیگر اقسام وحی جو غیر متلو ہیں درحقیقت وہ بھی کلام اللہ ہیں اور مجھے ان کے ذریعے بھی اللہ کے احکامات وہدایات ملے ہیں اب سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض لوگ اس کے باوجود تصدیق کی نعمت سے کیوں محروم رہ جاتے ہیں وحی کے ایک حصہ کو تو مان لیتے ہیں اور وحی کے دوسرے حصہ سے منہ موڑ لیتے ہیں یہ نہایت بدبخت اور بدقسمت لوگ ہیں لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ کا حکم آیات کی شکل میں دیا ہے تو کبھی ارشادات واعمال کی صورت میں پہنچایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب قرآن کریم کے ساتھ وحی کی منجملہ اقسام (جن کا ذکر گزر چکا ہے) ان کے ذریعے بھی ہدایات واحکامات ملتے تھے قرآن جس طرح مأخذ قانون ہے اسی طرح سنت بھی مأخذ قانون ہے کیونکہ سنت بھی اسی اللہ کی طرف سے ہے جس کی طرف سے قرآن نازل ہوا ہے چنانچہ وہ آیات جن میں وحی غیر متلو کی وضاحت ہوتی ہے اس کی روشنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسر قرآن شارح قرآن قرار دیا ہے قاضی وحاکم مقرر فرمایا ہے لہٰذا قرآن ہی کی رو سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی ہم پر فرض ہے اس سے آزاد ہوکر جو شخص قرآن کی پیروی کا دعویٰ کرتا ہے وہ دراصل قرآن کا پیرو بھی نہیں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی غیر متلو کی منجملہ اقسام کی روشنی میں ارشادات اور اعمال یعنی احادیث کے ذریعے وحی متلو قرآن کریم کے احکام واصول کے ساتھ ان کی تشریحات وتوضیحات بتائی ہیں اور عملی نمونہ قائم کیا ہے جسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اُسوۂ حسنہ کہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

MUHAMMAD THE LAST PROPHET
A Model For All Time

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات:۲۱۵ قیمت:۱۳۰

☆ پاجا سراغ زندگی

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
طلبائے علوم نبوت کا منصب ومقام، ملت کی ان سے توقعات، عصر حاضر میں ان کی ذمہ داریاں
کمپوزشدہ ایڈیشن صفحات:۱۷۶ قیمت:۱۰۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176
Email.airpnadwa@gmail.com

فقہ و فتاوی

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: ہندوستان یا اس جیسے ملک میں جہاں غیر مسلموں کو غلبہ حاصل ہو اور مسلمانوں کی حیثیت عملی طور پر ثانوی درجہ کی ہو، اگر کوئی مسلمان افسر غیر مسلموں سے پیسے لے کر کام کرے تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کیا یہ مال حلال ہے؟

جواب: ہندوستان ہو یا کوئی بھی ملک، کسی مسلمان افسر کے لیے مسلم ہو یا غیر مسلم ان سے روپے لے کر کام کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ رشوت ہے اور رشوت غیر مسلموں سے بھی لینا جائز نہیں ہے۔[ردالمحتار:۴/۱۶۹]

سوال: جو مسلمان نکاح کے موقع سے لڑکی والوں سے جہیز اور نقد رقم تلک کے نام پر لے کر شادی کرتے ہیں، کیا شرع میں اس کی گنجائش ہے؟

جواب: لڑکی والوں سے مطالبہ کر کے نقد رقم یا جہیز لینا شرعاً جائز نہیں ہے، یہ رشوت کے حکم میں ہے، اور مال حرام ہے، خواہ لڑکی والے بخوشی دیں یا مجبوراً دیں۔

سوال: بسا اوقات ذاتی مکان یا مسجد و مدرسہ کا نقشہ متعلقہ افسران سے منظور کرانے میں رقم دینی پڑتی ہے، بغیر رقم دیے بالخصوص مسجد و مدرسہ کا نقشہ پاس نہیں کیا جاسکتا ہے، کیا ایسی صورت میں یہ رقم دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ذاتی مکان ہو یا مسجد و مدرسہ جس کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے، اگر نقشہ منظور کرائے بغیر تعمیر ممکن نہ ہو اور اس منظوری میں مجبوراً رقم دینی پڑے تو اس صورت میں اس کی گنجائش ہوگی، دینے والے گنہگار نہیں ہوں گے، لیکن لینے والے بہر صورت گنہگار ہوں گے۔

سوال: بہت سے مسلمان حکومت کے بہت سے پروجیکٹ ٹھیکے پر لیتے ہیں جیسے سڑک بنوانا یا پل بنوانا، یا ہاسپٹل اور اسکول کی عمارت بنوانا وغیرہ، اس کام میں متعلقہ شعبہ کے افسران اور آفس کے اسٹاف کو رشوت دینی پڑتی ہے، اس کے بغیر کام نہیں ہو پاتا ہے، کیا اس طرح کی ٹھیکہ داری کرنا اور اس ذریعہ سے کمائی حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب: ٹھیکہ داری کا کام اصلاً جائز ہے اور اس طرح کا کام کر کے نفع کمانا بھی درست ہے لیکن اس میں چونکہ رشوت اور غیر شرعی لین دین کا معاملہ ہوا کرتا ہے، اس لیے بہتر تو یہی ہے کہ اس قسم کے کام سے پرہیز کرے لیکن اگر کوئی ٹھیکہ لے لے اور شدید مجبوری میں رشوت دینا پڑے تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی، چونکہ یہ کام اور معاملہ درست ہے، اس لیے کمائی جائز ہوگی۔[ردالمحتار:۸/۳۵]

سوال: مسلمانوں کی شادیوں میں غیر مسلم بھی شریک ہوتے ہیں، بسا اوقات مسجد میں نکاح ہوتا ہے تو غیر مسلم بھی مسجد میں مجلس نکاح میں شرکت کے لیے آجاتے ہیں، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے؟

جواب: مسلمانوں کی مجلس نکاح میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے غیر مسلم حضرات مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، شرط یہ ہے کہ مسجد کی بے حرمتی نہ ہو، بلکہ اس کا پورا احترام ملحوظ ہو۔[صحیح بخاری]

سوال: نماز کے وقت میں مسجد میں بیڑی، سگریٹ اور ماچس وغیرہ جیب میں رکھ کر لے جانا کیسا ہے، کیا یہ مسجد کی بے حرمتی میں شامل نہیں ہے؟

جواب: بیڑی اور سگریٹ پینا مکروہ ہے؛ لیکن یہ چیزیں ناپاک نہیں ہیں، اس لیے نماز کی حالت میں ان چیزوں کا جیب میں ہونے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ ان چیزوں میں چونکہ بو ہوتی ہے، اس لیے ان کا مسجد میں لے جانا احترام مسجد کے خلاف ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بیڑی سگریٹ وغیرہ مسجد میں نہ لے جائی جائیں۔[الدرالمختار علی ردالمحتار:۵/۲۹۶]

سوال: مسجد کے صحن میں بیڑی یا سگریٹ کا پینا کیسا ہے، جبکہ اس کی بدبو مسجد کے اندر جاتی رہتی ہے؟

جواب: اگر بیڑی یا سگریٹ کا دھواں اور بدبو مسجد میں پہونچتی ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز و لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا، کیونکہ یہ چیزیں نمازیوں اور ملائکہ کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہیں، لہٰذا مسجد کے اندر یا صحن میں اس طرح پینا کہ اسکی بدبو مسجد کے اندر آجائے مکروہ ہے۔[الدرالمختار علی ردالمحتار:۵/۲۹۶]

سوال: مسجد میں گل پوشی اور تصویر لینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں ذی روح کی تصویر لینا سخت گناہ ہے، کیونکہ بلاضرورت تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ہی حرام ہے اور مسجد میں ایسا کرنا مزید سخت گناہ ہے اسی طرح مسجد میں گل پوشی بھی مناسب نہیں ہے، کیونکہ ایک دنیوی فعل ہے جس کا مسجد میں کرنا مکروہ ہے۔[فتاوی ہندیہ:۵/۵۳۱]

☆☆☆☆☆

تابندہ نقوش

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

خالد محمد خالد/ ارشاد الرحمن

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی داستان زندگی بھی خوب ہے کہ آپ سرزمین بصریٰ میں تجارت کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے کہ وہاں انہیں ایک اچھا راہب ملا، اس نے آپ کو بتایا کہ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انبیاء نے خبر دی ہے کہ اس کا ظہور حرم کی زمین میں ہوگا اور اس کا وقت آگیا ہے، یہ سن کر حضرت طلحہؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں وہ اس قافلہ میں شامل ہونے سے نہ رہ جائیں کیونکہ یہ ہدایت ورحمت اور نجات کا قافلہ ہے۔

پھر کئی ماہ بعد جب آپؓ واپس اپنے شہر مکہ آئے تو اہل مکہ کے اندر کچھ اشتعال پایا، آپؓ جب بھی کسی شخص یا گروہ سے ملتے تو انہیں اس وحی کے بارہ میں باتیں کرتے پاتے جو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، حضرت طلحہؓ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ سفر سے واپس آئے ہیں اور ایک فرماں بردار، مطیع مومن کی حیثیت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہیں۔

حضرت طلحہؓ نے اپنے دل میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اللہ کی قسم یہ دونوں کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے چالیسویں برس کو پہنچ چکے ہیں اور ہم نے اس دوران ان سے ایک بھی جھوٹ نہیں سنا، کیا وہ آج اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کہیں گے کہ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور میرے اوپر وحی نازل کی ہے۔

حضرت طلحہؓ فوراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی طرف چل پڑے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہؓ کے درمیان کوئی زیادہ دیر گفتگو نہیں ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے شوق کی رفتار حضرت طلحہؓ کے دل کی دھڑکن سے بھی تیز ہو چکی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ساتھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے، جہاں حضرت طلحہؓ مسلمان ہو کر قافلہ ایمان میں شامل ہو گئے اور اولین مسلمانوں میں شمار ہونے لگے، حضرت طلحہؓ اپنی قوم میں اپنے مقام و مرتبہ، دولت کی فراوانی اور منافع بخش تجارت کا مالک ہونے کے باوجود قریش کی تعذیبات کا شکار ہوئے، جب انہیں اور حضرت ابوبکرؓ کو نوفل بن خویلد کے حوالے کیا گیا جس کو "قریش کا شیر" کہا جاتا تھا، یہ الگ بات ہے کہ ان کو سزا میں مبتلا کیے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ قریش کو اپنے اس عمل پر شرمندگی کا احساس ہوا اور اس کے انجام کا خوف بھی انہیں لاحق ہو گیا۔

جب مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو حضرت طلحہؓ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے غزوہ بدر کے ہر غزوہ میں شریک رہے، غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ اس لیے شریک نہ ہو سکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو مدینہ سے باہر کسی مہم پر بھیجا تھا، جب وہ مہم سر کر کے واپس مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ غزوۂ بدر سے واپس آرہے تھے، ان دونوں اصحاب کو دلی صدمہ ہوا کہ وہ پہلے ہی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کرنے کے اجر سے محروم رہ گئے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دے کر انہیں مطمئن کر دیا کہ جنگ لڑنے والوں کی طرح ان کو بھی پورا پورا اجر ملے گا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی مال غنیمت میں اسی قدر حصہ دیا جس قدر جنگ میں شرکت کرنے والوں کو دیا تھا۔

اب غزوۂ احد آیا کہ قریش کی پوری طاقت اور شدت بروئے کار آئے جس طرح وہ یوم بدر کو جوش میں آئی تھی تاکہ مسلمانوں کو آخری شکست سے دوچار کر کے نیست و نابود کر دیا جائے، سب کچھ پس کر رکھ دینے والی جنگ فوراً شروع ہو گئی جس نے زمین کو اپنی المناک لپیٹ میں لے لیا اور مشرکین کی بدبختی آگئی، مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفار اپنا اسلحہ پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں تو پہاڑی درے پر موجود تیر انداز اپنی جگہوں سے نیچے اتر آئے تاکہ غنائم جنگ لوٹ سکیں، ادھر قریش کا لشکر اچانک پیچھے سے حملہ آور ہوا اور عنان جنگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔

پھر جنگ نئے سرے سے اپنی شدت و سختی اور ہولناکی کے ساتھ شروع ہو گئی، اس اچانک حملے نے مسلمانوں کی صفوں میں کھلبلی مچادی، حضرت طلحہؓ نے ادھر نظر ڈالی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے، دیکھا کہ آپؐ شرک و کفر کی

قوتوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، حضرت طلحہؓ تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چلے اور اس فاصلے کو عبور کرنے لگے، ایک ایسا فاصلہ جس میں دسیوں زہر آلود تلواریں اور جنون زدہ نیزے لہرا رہے تھے، حضرت طلحہؓ نے دور سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سے لہو بہہ رہا ہے اور آپ سخت تکلیف میں ہیں، یہ صورت حال حضرت طلحہؓ کو کھا گئی اور آپؐ نے ہولناک فاصلے کو چند چھلانگوں میں ہی طے کرڈالا جب کہ مشرکین کی چھائیں چھائیں کرتی تلواریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حصار میں لیے ہوئے تھیں اور آپ کو کاری ضرب لگانا چاہتی تھیں۔

حضرت طلحہؓ اس خوفناک صورت حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے، آپ اپنے دائیں بائیں بوٹیاں اڑانے والی تلوار کے وار کررہے تھے، آپؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہہ رہا ہے اور آپ کی تکلیف بڑھ رہی ہے تو آپ کو سہارا دیا اور اس گڑھے سے باہر نکالا جس میں آپ کا پاؤں پھسل گیا تھا، آپؐ اپنے بائیں ہاتھ اور سینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیے ہوئے تھے اور محفوظ مقام پر لے جارہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنے دائیں ہاتھ سے تلوار بھی چلا رہے تھے اور ان مشرکوں سے لڑ رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب احد کے روز کا ذکر کیا جاتا تو حضرت ابوبکرؓ فرمایا کرتے تھے یہ دن تو سارے کا سارا طلحہؓ کا ہے، میں پہلا شخص تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے مجھ سے اور ابوعبیدہؓ بن جراح سے فرمایا: اپنے بھائی کی حالت کو دیکھو! ہم نے دیکھا تو طلحہؓ کے جسم پر نیزے تلوار اور تیر کے اسی کے قریب زخم تھے، ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی، پھر ہم نے ان کی مرہم پٹی کی، حضرت طلحہؓ غزوات میں اگلی صفوں میں ہوا کرتے تھے، آپ پرچم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوکر اللہ کی رضامندی چاہتے تھے، اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہؓ مسلمان جماعت کے وسط میں زندگی گزارنے لگے، عبادت گزاروں کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے رہے اور مجاہدین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے، مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر دین کی بنیادیں مضبوط کرتے رہے، جو دین اس لیے آیا تھا کہ انسانیت، ساری کی ساری انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لے آئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رب کا حق ادا کرلیتے تو پھر اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے، اپنی منافع بخش تجارت اور سودمند کاروبار میں مصروف ہوجاتے۔

حضرت طلحہؓ بہت زیادہ دولت منداور اہل ثروت مسلمانوں میں سے تھے، آپؓ کی ساری دولت وثروت اس دین کی خدمت کے لیے وقف تھی جس کا علَم آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اٹھا رکھا تھا۔

آپؓ اس دولت سے بے حساب خرچ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ بھی آپؓ کی اس دولت کو بے حساب بڑھاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے انتہا جود وسخاوت کی بنا پر آپ کو طلحۃ الخیر، (سراپا خیر طلحہ) طلحۃ الجود (سراپا سخاوت طلحہ) اور طلحۃ الفیاض (بحر سخاوت طلحہ) کا نام دے رکھا تھا، آپؓ کی دولت سے ایک مرتبہ جو چیز نکل جاتی اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر انہیں واپس کرتا۔

آپؓ کی اہلیہ بنت عوفؓ بیان کرتی ہیں ایک روز میں طلحہؓ کے پاس گئی، میں نے انہیں غمگین دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ غمگین کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میرے پاس جو مال ہے وہ بہت زیادہ ہوگیا ہے یہاں تک کہ اس نے مجھے تکلیف دہ پریشانی میں مبتلا کردیا ہے، میں نے ان سے کہا: تو پھر کیا ہوا اس کو تقسیم کردیں، وہ اٹھے اور لوگوں کو بلا کر ان میں دولت تقسیم کرنے لگے یہاں تک کہ اس دولت میں سے ایک درہم بھی باقی نہ رہا، ایک بار حضرت طلحہؓ نے اپنی ایک زمین بہت زیادہ قیمت پر فروخت کی، جب دولت کے ڈھیر کو دیکھا تو ان کی آنکھوں ڈبڈبا آئیں اور کہنے لگے: وہ شخص جس کے گھر میں اس مال کو ایک رات گزر جائے، اسے نہیں معلوم کہ راتوں رات اسے کس قدر اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا جائے، پھر انہوں نے اپنے کچھ دوستوں کو بلایا اور ان سے یہ مال اٹھوا کر مدینہ کی گلیوں، شاہراہوں اور گھروں میں جاکر تقسیم کرنے لگے یہاں تک کہ ادھر صبح ہوئی اور ادھر ان کے پاس کوئی درہم نہ رہا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کی جود وسخا کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں نے طلحہ بن عبیداللہ کے علاوہ کسی آدمی کو نہیں دیکھا جو بغیر مانگے اس قدر مال عطا کرتا ہو، حضرت طلحہؓ اپنے اہل وعیال اور اقرباء کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والوں میں سے تھے، آپؓ ان لوگوں کی کثرت تعداد کے باوجود ان کی کفالت کرتے، اس سلسلہ میں آپؓ کے بارے میں کہا گیا ہے:

”بنی تمیم کے کسی گھرانے کا کوئی سرپرست ایسا نہیں جس کی وہ ضروریات پوری نہ کرتے ہوں اور اس کے عیال کا خیال نہ رکھتے ہوں، آپؓ بنی تمیم کی

بیواؤں کی شادیوں کا انتظام کرتے اور لوگوں کے تاوان ادا کرتے“، حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں: ”میں سفر وحضر میں حضرت طلحہؓ کے ساتھ رہا ہوں، میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو طلحہؓ سے زیادہ درہم ودینار اور لباس وطعام کی سخاوت کرنے والا ہو“۔

اللہ اکبر! شہادت حضرت طلحہؓ کے مقدر میں تھی، وہ جہاں بھی واقع ہوتی حضرت طلحہؓ سے پاکر رہتے اور وہ انہیں پاکر رہتی، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا نہیں تھا: یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی نذر پوری کردی اور جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ زمین پر کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھے تو وہ طلحہؓ کو دیکھ لے۔

حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھی، جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ان دونوں محترم اور جلیل القدر ہستیوں کو عظیم الفاظ میں الوداع کہا، حضرت علیؓ کے ان الوداعی کلمات کے آخری الفاظ یہ تھے:

مجھے امید ہے کہ میں طلحہؓ، زبیرؓ اور عثمانؓ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ان کے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ کھپٹ ہوگی اسے ہم نکال دیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے“۔

پھر دونوں حضرات کی قبروں پر غم ناک اور محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا: میرے ان کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

☆☆☆☆☆

”نظام تعلیم وتربیت“ کا اجراء

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء کے دفتر میں زیر صدارت ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، کتاب ”نظام تعلیم وتربیت - اندیشے، تقاضے اور حل“ مؤلفہ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء کا اجراء ۳۱/ مارچ ۲۰۱۳ء کو عمل میں آیا۔

اس موقع پر صدر عالی قدر نے نظام تعلیم وتربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مغرب کے مادی نظام تعلیم وتربیت نے انسان کو بے راہ روی کے راستہ پر ڈال دیا ہے، جبکہ تعلیم کا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کا اہم اور بنیادی کام انسان کی سیرت واخلاق کو اعلیٰ انسانی قدروں پر استوار کرنا ہے، اور ایسے افراد تیار کرنا جو انسانیت کے لیے نفع بخش ہوں،، مولانا نے اپنی گفتگو جاری کرتے ہوئے کہا کہ مولانا واضح رشید ندوی نے اس کتاب میں تعلیم وتربیت کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، اور مولانا نے دونوں نظام تعلیم اسلامی اور مغربی کا گہرا مطالعہ کیا ہے، اور اس میدان میں ان کا طویل تجربہ بھی ہے، نصاب ونظام تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں صاحب کتاب نے جو خیالات پیش کیے ہیں وہ ندوۃ العلماء کے تعلیمی وتربیتی نقطۂ نظر کو پیش کرتے ہیں۔

اس سے پہلے اس تقریب کے آغاز میں مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری صدر شعبہ عربی دارالعلوم نے اپنے تعارفی کلمات میں کتاب کے مشمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب بڑی چشم کشا اور بصیرت افروز ہے، اور صاحب تجربہ کی کتاب ہے، مصنف نے اس کتاب میں مغرب زدہ ذہنیت اور شکست خوردہ سوچ اور سامراجی نظام تعلیم کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا کہ سامراجی اور مغربی نظام تعلیم وتربیت نے انسانی اخلاق کی بیخ کنی کی ہے اور اس سے معاشرہ میں بڑا بگاڑ آیا ہے، صاحب کتاب نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور یہ حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ مغربی سامراج نے نظام تعلیم وتربیت کے ذریعہ عالم اسلام کی نئی نسل کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، اور اسے اخلاقی دیوالیہ پن تک پہنچادیا ہے اور اس کتاب میں حالات حاضرہ اور جدید تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے مدارس کے موجودہ نظام ونصاب میں تبدیلی پر زور دیا گیا ہے۔

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء ڈاکٹر مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی نے صاحب کتاب کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے کہا کہ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی لائق صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے عالم اسلام پر مغرب کے علمی، فکری اور ثقافتی یلغار کے خطرات واثرات کو دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے، یہ کتاب ہر دردمند کے ہاتھ میں ہونی چاہئے اور مغرب کی علمی، تہذیبی اور فکری یلغار کا مقابلہ کرنے کا لائحہ عمل اس کتاب کی روشنی میں طے کرنا چاہیے۔

نشست کے آخر میں ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل نے عصری ودینی دانشگاہوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ موجودہ نسل معلومات تو رکھتی ہے لیکن وہ تربیت سے بے گانہ ہے، اور جب ایسے افراد تعلیم وتربیت کے میدان میں آئیں گے اور ان سے جو نسل تیار ہوگی اس کی اخلاقیات کا آپ بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں، ڈاکٹر صاحب نے ملک میں تعلیمی انقلاب میں سرسید احمد خاں، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر جمہوریہ ہند اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی ایسے افراد کی ضرورت ہے۔

تمام مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ کتاب کے اس موضوع پر ایک عالمی سطح کا سیمنار منعقد کیا جائے اور اس کتاب میں جو موضوعات اٹھائے گئے ہیں ان کو عمل میں لانے کی شدید ضرورت ہے۔

رسم اجراء کی اس تقریب میں ذمہ دار حضرات، عہدیداران، اساتذہ اور طلباء دارالعلوم کی ایک تعداد موجود تھی، تقریب کا اختتام حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ کی دعا پر ہوا۔

☆☆☆☆☆

اسلامی زندگی

آخری قسط

حدیث شریف کا مقام اور پیغام

خالد فیصل ندوی

حدیث کے پیغامات

بلاشبہ حدیث شریف کا دین وشریعت میں بڑا اونچا مقام ومرتبہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی حدیث شریف کے کچھ اہم پیغامات بھی ہیں، حدیث شریف پر ایمان لانا، اس کے اوامر ونواہی کو تسلیم کرنا، اس کو یاد کرنا اور یاد رکھنا، اس کے مطابق عمل کرنا اور اس کی تعلیم وتبلیغ کرنا اہم ترین پیغامات ہیں، ان سے چند پیغامات کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حدیث منزل من اللہ وحی ہے

حدیث شریف کا سب سے اہم پیغام یہ ہے کہ ہم تمام اہل ایمان یہ یقین وعقیدہ رکھیں کہ حدیث شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے، قرآن مجید کی طرح یہ بھی اللہ کی وحی ہے، قرآن مجید کے بعد حدیث شریف ہم اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین عطیہ ہے، اور دنیا میں دوسرا بڑا مینارۂ نور ہے، اسی طرح یہ تسلیم کریں کہ حدیث شریف دین وشریعت کا دوسرا اہم ماخذ وحجت ہے اور رشد وہدایت کے لیے اہم مشعل راہ ہے، ایمان کا یہی لازمہ ہے، قرآن کا یہی اعلان ہے، حدیث اسی کا متقاضی ہے اور اسلاف کا یہی عقیدہ ہے کیوں کہ حدیث شریف کا یہی اصل حق ہے، خیر القرون سے آج تک حدیث شریف کی یہ حیثیت برقرار اور مستحکم ہے، لیکن مادیت کے اس دور میں کچھ روشن خیال لوگ، دوسروں کے غلط پروپیگنڈوں، اپنی غلط فہمیوں اور اپنی سہولت پسندیوں کی بناء پر حدیث شریف کے ماخذ اور حجت ہونے کے منکر ہیں اور قرآن مجید کو دین وشریعت کا تنہا ماخذ اور حجت مانتے ہیں لیکن حقیقت میں حدیث کے منکرین، قرآن مجید کے بھی منکر ہیں، کیوں کہ یہ قرآن مجید ہی اعلان ہے کہ: ''حدیث شریف منزل من اللہ ہے''۔[سورۂ نساء/۱۱۳] ''حدیث رسول بھی وحی الٰہی ہے''۔[نجم/۳، ۴] ''حدیث قیامت تک کے لیے فیصلہ کن سند ہے''۔[نساء] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی واجب التعمیل ہیں''۔[حشر/۷] ''اور آپؐ (وحی خفی یعنی حدیث کے ذریعہ بھی) شارع ہیں''۔[اعراف/۱۵۷]

قرآن مجید کے ان واضح حقائق اور روشن تعلیمات کا انکار کرنے والوں کو کس طرح ''اہل قرآن'' تسلیم کیا جاسکتا ہے اور ان سب کو اپنے آپ کو ''اہل قرآن'' کہلانا کس طرح مناسب ہے، قرآن مجید کے مطابق تو قرآن وحدیث میں فرق کرنے والے پکے کافر ہیں اور ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہیں۔[سورۂ نساء/۱۵۰، ۱۵۱] اسی طرح ایک حدیث میں ان لوگوں کو کس قدر سخت دھمکی دی گئی ہے کہ جو میری سنت سے اعراض کرے گا تو اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔[مسلم]

قرآن مجید کی آیات بنیات، آپ کی احادیث مبارکہ، آثار صحابہؓ اور اقوال سلفؒ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ حدیث شریف کو دین وشریعت کا اساس وبنیاد، ماخذ ومعیار اور حجت وسند قرار دیا جائے اور اس کی یہ حیثیت مکمل تسلیم کی جائے اور حدیث شریف کو رشد وہدایت کے لیے مینارۂ نور سمجھا جائے اور اس کے اوامر ونواہی کو واجب التعمیل تسلیم کیا جائے اور قرآن مجید کی طرح ہی حدیث شریف پر ایمان لایا جائے اور اس کی شرعی حیثیت کی تصدیق کی جائے، یقیناً حدیث شریف پر ایمان لانا، اس کے اوامر ونواہی کا اقرار کرنا، اس کے مطابق عمل کرنا دین اسلام کا عین تقاضا ہے، علامہ ابن قیمؒ نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب [کتاب الروح/۹۲] میں جامع انداز میں تحریر فرمایا ہے: ''کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر دو قسم کی وحی نازل کی، اور دونوں پر ایمان لانا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا، وہ دونوں کتاب اور حکمت ہیں، کتاب تو قرآن ہے اور حکمت سے باجماع سلفؒ، سنت مراد ہے، رسولؐ نے اللہ تعالیٰ سے پاکر جو خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے رسول کی زبان سے جو خبر دی، دونوں واجب التصدیق ہونے میں یکساں ہیں، یہ اہل اسلام کا بنیادی اور متفق علیہ مسئلہ ہے، اس کا انکار وہی کرے گا جو ان میں سے نہیں ہے''۔[مقدمہ معارف الحدیث:۱/۲۳، ۲۴]

حدیث کے مطابق عمل

حدیث شریف کا دوسرا قابل ذکر پیغام یہ ہے کہ ہم مسلمان حدیث کو دین وشریعت کا دوسرا اہم ماخذ ومعیار ماننے کے بعد حدیث کے امر ونہی کے مطابق اپنی زندگی بنائیں اور سنواریں، اپنے اندر قرآن کے بعد حدیث کے مطابق عمل کا جذبہ بیدار کریں کیوں کہ حدیث کے مطابق عمل اختیار کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبوب وپسند ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد سورتوں [آل عمران/۱۳۲، نساء/۵۹، نور/۵۴،

اعراف/۳، احزاب/۷۱، فجر/۱۷، حشر/۷] میں مختلف اسلوب وانداز میں آپؐ کی اطاعت کی ترغیب وتاکید فرمائی ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دنیا وآخرت میں بڑی کامیابی کا باعث ہے۔[احزاب/۷۱] یہ اطاعت موجب رحمت ہے۔[حشر/۷] یہ اطاعت دخول جنت کا ذریعہ ہے۔[فتح/۱۷] آپ کی اطاعت گویا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔[نساء/۸۰] آپؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کے حصول کا باعث ہے۔[آل عمران/۱۳۲] آپ کی اتباع محبت الٰہی اور مغفرت ربانی کا ذریعہ ہے۔[آل عمران/۳۱] اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آخرت میں نیکوکار بندوں کی رفاقت اور محبت کا سبب ہے۔[نساء/۶۹] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کئی سورتوں [نساء/۱۴، ۱۵۱، نور/۵۴، ۶۳، توبہ/۶۳] میں اپنی اور رسولؐ کی نافرمانی پر سخت تنبیہ کی ہے اور ان آیات میں ناکامی ونامرادی، حسرت ویاس، ذلت ورسوائی، سخت سزا وعذاب اور دخول جہنم کی بڑی وعید سنائی ہے۔

اسی طرح متعدد احادیث مبارکہ میں حدیث شریف کے مطابق عمل کرنے کی مؤثر ترغیب اور جامع تاکید موجود ہے، ایک حدیث میں ہے کہ سنت نبویؐ سب سے بہتر طریقہ ہے، آپؐ نے نہایت ہی واضح انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے، اور سب سے بہتر راستہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے''۔[مسلم] اور ایک حدیث میں ہے کہ حدیث وسنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے، آپ کا ارشاد ہے کہ: ''تم لوگوں پر میری سنت کی پیروی ضروری ہے''۔[مسلم] اسی طرح اختلاف کے زمانہ میں حدیث کے مطابق عمل کرنے کا کس قدر مؤثر اور جامع حکم ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم امت مسلمہ کا دیا ہے کہ: ''(اختلافات کے زمانہ میں) تم لوگ میری سنت اور ہدایت یافتہ میرے خلفاء راشدین کے طریقۂ کار کو مضبوطی سے تھام لینا، اسی پر جمے رہنا اور اپنے آپ کو بدعات سے بچائے رکھنا''۔[ترمذی] اور ایک حدیث میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کو مضبوطی سے تھامنے کی بہت ہی مؤثر اور بلیغ انداز میں تاکید کی گئی ہے، اور قرآن وحدیث کے مطابق عمل کو دنیا اور آخرت میں فلاح وسعادت کا موجب اور ضلالت وگمراہی سے حفاظت ونجات کا باعث قرار دیا گیا ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں (کتاب وسنت) چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم لوگ ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے (یعنی پابندی سے ان پر عمل کرتے رہوگے) تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔[موطا] ایک اور حدیث میں حدیث وسنت پر عمل کرنے کا بڑا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''میری امت کے بگاڑ کے زمانہ میں جو شخص میری سنت اور میرے طریقہ پر کاربند رہے گا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔[مشکوٰۃ] اور ایک حدیث میں ہے کہ جنت لے جانے والی تین چیزوں میں سے ایک اہم چیز سنت کے مطابق عمل کرنا بھی ہے، آپؐ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے حلال وپاکیزہ رزق کھایا اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی زیادتیوں سے محفوظ ومامون رہے تو وہ جنت جائے گا''۔[ترمذی] اور ایک حدیث میں ہے کہ حدیث وسنت پر عمل کرنے والی جماعت جہنم سے نجات پائے گی اور جنت جائے گی، آپؐ کا ارشاد ہے کہ: ''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم جائیں گے، (یہ سن کر) حضرات صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نجات پانے والے والا فرقہ کون سا ہے؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ (اس طریقہ اور روش پر چلنے والے لوگ) جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں''۔[ترمذی] نیز حدیث وسنت سے عملی وابستگی اور محبت وتعلق آخرت میں عزت واحترام اور آپؐ کی معیت ورفاقت کی حصول کے اسباب ہیں، ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ: ''جس نے میری سنت کو پسند واختیار کیا، درحقیقت اس نے مجھ کو دوست ومحبوب رکھا اور جس نے مجھ کو دوست ومحبوب رکھا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''۔[ترمذی]

حدیث کے مطابق عمل اور حدیث سے تعلق وابستگی کے برعکس حدیث وسنت سے اعراض وروگردانی، بے زاری وبے رغبتی اور حجود وانکار والی باغیانہ روش امت مسلمہ سے خارج ہونے کا پیش خیمہ ہے، آپؐ نے اس پر بڑی تنبیہ اور نکیر فرمائی ہے، اور نہایت ہی سخت لب ولہجہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''(یاد رکھو!) جس نے میری سنت سے اعراض کیا (حدیث کو چھوڑ دیا، اس کے مطابق عمل نہ کیا) تو مجھ (ملت مسلمہ) سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے''۔[بخاری، مسلم] سنت کی پیروی نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا سزاوار ہے، ایک حدیث میں ہے کہ: ''میں نے چھ لوگوں پر لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان پر لعنت فرمائی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے (ان میں سے چھٹا) سنتوں کو چھوڑنے والا ہے''۔[ترغیب] اسی طرح ایک حدیث میں آپؐ نے حدیث کے خلاف زندگی گزارنے والوں کو جنت سے محرومی کی وعید سنائی ہے کہ میری پوری امت جنت جائے گی، سوائے ان لوگوں کے، جنہوں نے انکار کیا، حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون انکار

کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت جائے گا، اور جو میری نافرمانی کرے گا، اس نے انکار کیا۔ [بخاری] اور حدیث وسنت ترک کرنے والوں کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زریں قول میں کس قدر زیادہ سبق آموز تنبیہ موجود ہے، حضرت عروہؒ سے منقول روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ: ''میں ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ سکتا، جس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے، کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہوجاؤں گا''۔ [بخاری ومسلم]

حدیث کی تبلیغ واشاعت

حدیث شریف کا تیسرا قابل ذکر پیغام یہ ہے کہ حدیث شریف کا علم حاصل کیا جائے، اس کو یاد کیا جائے، یاد رکھا جائے، دوسروں تک حدیث پہنچائی جائے، اور اس کی خوب نشر واشاعت کی جائے، کیوں کہ حدیث شریف کا علم حاصل کرنا، اس کے ذکر وحفظ کا اہتمام کرنا، اور اس کی تبلیغ واشاعت کرنا دنیا میں عزت واحترام اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے سرفرازی کے موجبات ہیں، ایک حدیث میں آپؐ نے مؤثر وبلیغ انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کو دنیا وآخرت دونوں جگہ خوش وخرم رکھے، جس نے میری حدیث کو سنا، اسے یاد کیا اور محفوظ رکھا اور پھر اسے دوسروں تک پہونچادیا۔ [ترمذی] اسی طرح آپؐ نے حجۃ الوداع کے اپنے آخری خطبہ میں حدیث وسنت کی تبلیغ و اشاعت کی کس قدر جامع اور بلیغ وصیت فرمائی ہے کہ: ''تم لوگ خوب غور سے سن لو کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ ان لوگوں تک (میری ہدایات و فرمودات، اقوال وارشادات اور شمائل وعادات) پہنچادیں، جو یہاں موجود نہیں ہیں (کیونکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ جس نے بالواسطہ سنا ہو، وہ اس سے کہیں زیادہ ان کا سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو، جو موقع پر موجود تھا اور بلاواسطہ سن رہا تھا''۔ [بخاری، مسلم]

ایک اور حدیث میں آپؐ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو بلاواسطہ اور پوری امت مسلمہ کو بالواسطہ تبلیغ و اشاعت حدیث کا عمومی حکم عطا فرمایا ہے کہ: ''تم سب میری طرف سے دوسروں تک پہونچادو اگرچہ ایک آیت ہی سہی''۔ [بخاری]

ان احادیث مبارکہ کا ہی نتیجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعین، اور بعد میں آنے والے علماء، صلحاء، خطباء اور واعظین نے اپنے اپنے دور میں حدیث شریف اور اس کے علوم وفنون کی زبانی اور تحریری بڑی خدمت کی ہے اور اس کی تعلیم وتبلیغ اور نشر واشاعت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی ہیں اور اسلام کے قرن اول سے آج تک حدیث شریف کی یہ عظیم الشان سعی مشکور جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ زریں سلسلہ قائم ودوائم رہے گا، قرن اول میں حضرات صحابہ کرامؓ حدیث شریف کو آپؐ سے حاصل کرتے، اپنے ذہن میں محفوظ کرتے، دوسروں کو سناتے تھے اور بعض صحابہ کرامؓ تو حدیث وسنت کے ایک ایک لفظ کو فوراً لکھ لیا کرتے تھے، ان کے اسی اہتمام کا ثمرہ تھا کہ آپؐ سے سنی ہوئی حدیث دوسروں تک پہنچ گئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں بعض صحابہ کرامؓ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اور حضرت جابرؓ) کے پاس حدیث کے مجموعے تیار ہوگئے اور آپؐ کی وفات کے بعد حدیث شریف کی تعلیم وتبلیغ اور نشر واشاعت کو پہلے سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی، حضرات صحابہ کرامؓ (خاص طور پر حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت سمرہ بن جندبؓ) نے اپنے اپنے مجموعہائے حدیث مرتب کیے اور حدیث کی تعلیم و تبلیغ اور نشر واشاعت میں اپنی زندگیاں گزار دیں اور اپنے شاگردوں کا لامتناہی سلسلہ جاری فرمادیا، چنانچہ مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندویؒ نے زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے حضرات صحابہ کرامؓ کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: ''آپؐ کے بعد حضرت انس بن مالکؓ ۸۳ سال، حضرت ابوسعید خدریؓ ۶۴ سال، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۶۳ سال، حضرت عبداللہ بن عباس ۶۸ سال، حضرت ابوہریرہ ۴۹ سال، حضرت عائشہ ۴۸ سال، حضرت ابوامامہ باہلیؓ ۸۰ سال تک زندہ رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل کی اشاعت کرتے رہے، لوگ ان سے سن کر لکھتے اور کتابوں میں احادیث کو مدون ومرتب کرتے رہے''۔ [کتاب زندگی/۳۵]

حدیث شریف کے یہ اہم ترین پیغامات ہیں، اگر ان کو ہم نے غور سے سنا، پورے طور پر قبول کیا، اور اپنی دنیاوی زندگی کو کتاب وسنت کے معیاری سانچہ میں ڈھال لیا اور حیات مستعار کو حقیقی اسلامی زندگی کے رنگ میں رنگ لیا تو صحیح معنوں میں ہم دنیا میں مکمل کامیاب وکامران ہوں گے اور آخرت میں نجات وسعادت سے ہمکنار ہوں گے اور زبان حال وقال سے یہی کہیں گے کہ: ''اے ہمارے رب! ہم نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تیرے پیغام کو سنا اور ایمان لے آئے، پس تو ہمارے گناہوں کو معاف کردے، ہمارے اندر کی برائیاں دور کردے اور ہمارا خاتمہ نیکوکار بندوں کے ساتھ فرما''۔ آمین! [آل عمران/۱۹۳]

☆☆☆☆☆

ایک جائزہ

آخری قسط

تہذیب جدید اور اس کے اثرات

محمد وثیق ندوی

تمدن کی اہمیت

تمدن کی جڑیں، انسانی نفسیات اور قوم کے جذبات اور احساسات کی گہرائیوں تک اتری ہوئی ہوتی ہیں، اور کسی قوم کو اس کی مخصوص تہذیب وتمدن سے الگ کردینا جو اسکے دین وشریعت کے سایہ میں پروان چڑھا ہے، اور مخصوص دینی ماحول میں اس کا نشوونما ہوا ہے، اسے کارزار حیات سے الگ، اور عقیدہ وعبادت اور دینی رسوم تک محدود کردینے اور اس کے حال کو اس کے ماضی سے کاٹ دینے کے مرادف ہے، اس کا قوموں اور انسانی معاشروں پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے اور بالآخر وہ معاشرے ان معاشروں میں ضم ہوگئے ہیں، جن کی تہذیب انہوں نے اپنائی تھی، اور اس طرح وہ آسانی کے ساتھ رفتہ رفتہ اپنے بنیادی عقائد اور مسلک حیات سے بھی الگ ہوگئے ہیں جس کو وہ دانتوں سے پکڑے ہوئے تھے۔

مغربی تہذیب کا خطرہ

اسلامی شخصیت اور ملت مسلمہ کے وجود کے لیے مغربی تمدن کے خطرناک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کی سہولتوں سے استفادہ اور مغرب کی دریافت کردہ سائنس اور ٹکنالوجی، ایجادات اور تفریح وسہولت کے وسائل کو مطلق حرام کہہ دیا جائے، اور یہ دروازہ بالکل بند کردیا جائے، اسلام ہمیشہ وسیع ذہن کا مالک اور ہر صالح اور مفید شے سے استفادہ کرنے کے سلسلہ میں فراخ دل اور کشادہ چشم رہا ہے اور رہے گا، لیکن اس معاملہ میں مغربی تمدن کا مفہوم آلات وایجادات اور زندگی کے مفید تجربات سے استفادہ وسیع معنوں پر مشتمل ہے، اور وہ افکار واقدار اور مفاہیم ومطالب بھی اس میں شامل ہیں جن پر مغربی تہذیب کی بنیاد ہے، پوری زندگی کو مغربی رنگ اور تمدنی منصوبہ بندی کا تابع کرنا، اس طرز حیات کو اپنانا جو اسلامی معیار طہارت ونظافت اور اعتدال ومیانہ روی سے بیگانہ ہے، آداب شریعت اور سنت نبوی پر عمل کی راہ میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے، اور اس اسلامی زندگی سے بھی بہت دور کردیتا ہے، جس کا نمونہ رسول خدا، صحابہ کرام اور ان کے صحیح متبعین نے دنیا کے سامنے پیش کیا، وہ امت پر ایک اجنبی رنگ چڑھادیتا ہے، جس کے بعد وہ صرف اپنے ناموں یا اپنے ملی وقومی لباسوں سے یا اس کی مسجدوں سے بلند ہونے والی اذانوں یا مختلف ملکوں میں کم وبیش تعداد میں مسجد جانے والوں سے پہچانی جاتی ہے، گویا اسے اسلام سے رسوم کا ایک باریک دھاگہ باندھے ہوئے ہے جو خدا نخواستہ اگر ٹوٹا تو ہر چیز ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔ [مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، ص/۲۹۴]۔

اسلامی تہذیب کیسے مؤثر ہوسکتی ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ امت اسلامیہ انسانی تہذیب پر اس حالت میں اثر انداز نہیں ہوسکتی کہ وہ خود دوسری تہذیبوں کے دسترخوان کی ریزہ چیں ہو اور ان کے سرچشمہ سے سیراب ہورہی ہو، اور ان کے اثرات میں گلے گلے ڈوبی ہو، وہ اس صورتحال میں تو اوروں کو متوجہ بھی نہیں کرسکتی چہ جائے کہ وہ دوسری قوموں کو اپنی تقلید پر آمادہ کرسکے۔ ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب وہ پوری طرح اس بات پر یقین رکھتی ہو کہ اس کی تہذیب وثقافت مستقل بالذات اور ربانی وآسمانی خصوصیات رکھتی ہے، ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے مناسب ومفید ہے، مضبوط بنیادوں پر قائم اور کتاب وسنت سے ماخوذ اور ربانی ہدایات اور نبوی تعلیمات پر مبنی ہے اور اس میں عفت وطہارت کا ایک خاص تصور ہے، کیونکہ اس کی طہارت صرف نظافت کے مرادف نہیں اور نہ اس کے یہاں عفت کا مفہوم اخلاقی غلطیوں سے اجتناب تک محدود ہے؛ بلکہ اس کے وسیع معانی اور دور رس اور ہمہ گیر مفاہیم ہیں، اسلامی زندگی مغربی تہذیب سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، جس کا نشوونما مخصوص تاریخی عوامل کے زیر اثر اور ایسے ماحول میں ہوا ہے جس پر مادیت کا غلبہ تھا اور ایک طویل عرصہ تک اس پر مذہب دشمنی اور اخلاق وصالح اقدار سے بغاوت کی حکمرانی تھی، جیسا کہ اس تہذیب اور اس کی تاریخ کے ایک بڑے واقف کار ڈاکٹر علامہ اقبال کا کہنا ہے: ''کہ روح اس مدنیت کی رہ نہ سکی عفیف''۔

تمدنی سہولتوں اور نئی مصنوعات کی ایجادات اور سائنس کی معلومات اور اسلامی تہذیب کے جلال وجمال، سادگی وحقیقت پسندی، طہارت و نظافت پر توجہ، اسراف وفضول خرچی اور خارجی مظاہر اور نمائش سے پرہیز کا باہمی اتفاق واجتماع اس وقت بہت آسان ہے، جب اسلامی حکومتوں اور معاشروں کو مستقل غیر تقلیدی وغیر عاجلانہ اور احساس کمتری سے دور رہتے ہوئے تمدنی منصوبہ

بندی کی توفیق ہو، اوران میں ذہانت کی چمک اور اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب کے اثر سے ایمان وانفرادیت موجود ہو، جس کی وہ مرہون منت ہیں اوراس کے ساتھ ان میں اپنے اسلامی تشخص و امتیاز پر فخر کا جذبہ بھی کارفرما ہو۔[تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، ص/۳۵]۔

تہذیبی لائحہ عمل کیا ہو؟

تہذیبی لائحۂ عمل، محنت وذہانت، تخلیق واجتہاد اور جرأت وعزم کا نام ہے، وہ نقل وتقلید اور جزوی اصلاح وترمیم کا نام نہیں، اسلام نے حلال وحرام کے حدود قائم کرکے ان کے توڑنے کی ممانعت کردی ہے اور پاک اور بے ضرر تفریح کے لیے (جو اسراف اور حق تلفی، فحش وگناہ سے خالی ہو) بڑی گنجائش دے رکھی ہے، وہ اس زندگی کو ناپسند کرتا ہے جو شریف وبہادر مردوں کے شایان شان نہیں، اور یہی روح لباس وغذا، معاشرت واجتماع، تفریح ولذت اندوزی کے اسلامی احکام میں کارفرما ہے، اجتماعی مصالح کی رعایت، مفاسد اور مضرتوں سے اجتناب، فوجی طاقت اور دفاع کی تیاری اور علم وحکمت کے صالح اور نافع پہلو کو اختیار کرنے کی وہ نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دیتا ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں اسلامی قومیت وشخصیت کی قیمت دے کر نہ حاصل کی جائیں، اوران سے امت میں احساس کہتری، بے اعتمادی، عاجلانہ وسطحی تقلید، دوسروں کی نقل کا مجنونانہ شوق اوران کی زندگی پر رشک بے پایاں کے جذبات نہ پیدا ہوں۔

یہ ایسی تہذیب کے اصول ہیں جن میں ریشم کی نرمی بھی ہے اور فولاد کی سختی بھی، نرمی حقیقی وفطری ضرورتوں اور جائز تقاضوں کی تکمیل اور حقائق کو تسلیم کرنے میں ہے جو تخیل اور مبالغہ پر مبنی نہ ہوں، اور سختی عقیدہ واخلاق کے حدود پر ثابت قدمی کے سلسلہ میں ہے، اسلامی تہذیب کھلے ذہن وضمیر کی مالک ہے، وہ ان ترقی پذیر علوم وفنون اور انسانی تجربوں سے فائدہ اٹھانے میں جو کسی خطہ زمین یا کسی دور تاریخ میں کیے گئے ہوں، بہت کشادہ قلب واقع ہوئی ہے، بشرطیکہ وہ اس کے بنیادی اصولوں اور مقاصد کے منافی نہ ہو اور دین واخلاق کے لیے فتنہ کا سامان نہ بنیں۔[مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، از: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، ص/۲۹۷]۔

مذہب واخلاق

مذہب سرکشوں کو سرکشی سے، ظالموں کو ظلم سے اور مجرموں کو ارتکاب جرم سے باز رکھنے کی قوت رکھتا ہے، اس لیے کہ وہ خدائی احکامات اور آسمانی تعلیمات کی حقیقت پر مبنی ہے، اس میں انسانی زندگی گذارنے اور دوسرے انسانوں کے ساتھ سلوک کرنے کے اصول وضوابط ہوتے ہیں اورانسان میں ایک ایسی داخلی قوت تمیز پیدا کردیتا ہے جس سے انسان ہر کام کرتے وقت محاسبہ کا تصور رکھتا ہے، جس کے خیال سے وہ خود بخود برائی سے رک جاتا ہے، مذہب انسان کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرتا ہے اور اس کے دل میں نفع وضرر اور سود وزیاں کا احساس پیدا کرتا ہے اور یہ خوف پیدا کرتا ہے کہ اس کے ہر عمل کو ترازو میں تولا جارہا ہے اور کسوٹی پر پرکھا جارہا ہے اور اس کے لیے وہ جوابدہ ہے، یہ احساس عمیق اور ہمہ گیر ہوتا ہے جس کا دائرہ اثر دنیا کی اس دوروزہ زندگی ہی تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ اس عالم فانی کے بعد ابدی زندگی میں نفع وضرر کا یہ احساس پوری قوت کے ساتھ ذہن ودماغ پر مستولی رہتا ہے، مذہبی تعلیمات ہی کی روشنی میں انسان خیر وشر اور نیک وبد کے درمیان تمیز کرتا ہے، مذہب ہی کے ذریعہ سے انسان کے دل میں اٹوٹ محبت، الفت ومودت، ایثار وہمدردی، قناعت وخیر سگالی کے شریفانہ جذبات انگڑائیاں لیتے اور خدا کی جانب سے عطا ہونے والے بے پایاں اجر وثواب کی آس بندھاتے ہیں، مذہب کیوجہ سے انسان کے اندر محاسبۂ نفس کا وہ تصور پیدا ہوتا ہے جو اسے زندگی کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے اور خواہشات نفسانی کے دام فریب میں گرفتار ہونے سے بچاتا ہے، چنانچہ جب کبھی برے خیالات، شیطانی وساوس اسے ارتکاب جرم پر آمادہ کرتے ہیں تو محاسبہ نفس کا یہی تصور سدّ آہن بن کر اس کی راہ میں کھڑا ہوجاتا ہے، اسی پر بس نہیں، خلوت وجلوت میں یہی انسان کو کار خیر اور اچھے عمل کی تلقین کرتا ہے، یہی احساس رات کے اندھیرے میں یا تنہائی میں جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو یا کوئی منع کرنے والا نہ ہو اسے برائی سے روکتا ہے۔

مادیت

مادیت انسان کے اندر حرص وہوس، اخلاق ذمیمہ اور لالچ وطمع کے جذبات پیدا کرتی ہے، مادیت مالداروں کو عناد وسرکشی، کبر ونخوت، تکبر وخودسری کا شکار بناتی ہے، طاقت واقتدار کے مالکوں میں سرکشی اور جبر وقہر کا جذبہ پیدا کرتی ہے، اسی طرح مادی علم ودانائی، انانیت اور خودسری پیدا کردیتی ہے، اگر مادی طاقت وقوت اور دولت کو کنٹرول کرنے اوران میں توازن پیدا کرنے والی کوئی قوت نہ ہو، تو اس طاقت وقوت کے نشہ میں طاقتور کمزوروں پر ظلم کرتا ہے اور مال ودولت کے غرور میں بھی انسان غریب وبے آسرا لوگوں کو عزت ووقار کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، یہ صلاحیتیں دوسروں کے حقوق سلب کرنے کا محرک بن جاتی ہیں۔

مذہب کا مقصد

مذہب کا مقصدِ وجود ہی یہ ہوتا ہے کہ خدائی احکامات وقوانین اور ربانی اصولوں کے مطابق انسانی زندگی کی تعمیر وتشکیل کا ایک ضابطہ مقرر کیا جائے، جو متوازن ہو اور ذمہ داری کے احساس پر مبنی ہو، اس میں رضائے الٰہی اور مقصود ربانی کا ہر وقت خیال ہو، وہ انسانی زندگی کے گرد اگرد محرمات اور ممنوعات کا ایک دائرہ کھینچتا ہے، انسان کو ہلاکت وتباہی کی طرف لے جانے والے راستوں کی نشاندہی کرتا ہے اور اسے ان حدود کو پار کرنے سے منع کرتا ہے، مذہب کا بنیادی نقطۂ نظر ہی یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور پورا انسانی معاشرہ ایک خاندان کی حیثیت رکھتا ہے، اس خاندان کا ہر فرد دوسروں کا تعاون کرنے اور مشکلات میں اس کی مدد کرنے کا مکلف ہے، وہ اپنے پیروکاروں کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ طاقتور اپنی طاقت کے ذریعہ، مالدار اپنی دولت کے ذریعہ اور صاحب علم وکمال اپنے علم وفضل کے ذریعہ سے ضعیف وناتواں، فقیر وبے آسرا جاہل وناخواندہ انسانوں کی مدد کرے۔

صالح معاشرہ کی بنیاد

جس معاشرہ میں یہ خیر پسند جذبات اور نیک احساسات جلوہ گر ہوں گے تو وہ معاشرہ اتحاد ویگانت، مساوات وہمدردی، غمخواری وغمگساری کی روح سے لبریز ایک مثالی معاشرہ ہوگا، وہاں نہ کسی کی حق تلفی ہوگی، اور نہ اختلاف رائے ٹکراؤ کی طرف لے جائے گا، اگر کسی وجہ سے ناچاقیاں اور دوریاں پیدا بھی ہوئیں تو اس معاشرہ کے اہل خیر، روشن دماغ اور اصحاب فضل وکمال کو مکلف کیا گیا ہے کہ مال ودولت طاقت وقوت اور علم وفضل کے ذریعہ بہت جلد ان مشکلات کا تدارک اور ازالہ کردیں، وہ ہر مسئلہ صلح وصفائی، عفوودرگذر اور آپسی اتفاق سے حل کرنے کی دعوت دیتا ہے، اگر کوئی اس صلح سے سرکشی کرتا ہے، تب اس کے خلاف محدود طاقت کے استعمال کی اجازت دیتا ہے، اس میں خیر کی دعوت، اور شر کو روکنے کی دعوت دی گئی ہے، تاکہ سماج میں خیر بڑھے اور شر کم ہو۔

مذہب بیزار سماج

لیکن جس معاشرہ سے دین ومذہب کی یہ بالادستی ختم ہوجاتی ہے اور تمام اخلاقی بندشیں اٹھ جاتی ہیں تو اس معاشرہ کا رخ، شر وفساد، ہلاکت وتباہی اور برائیوں کی طرف ہوجاتا ہے، پھر اس معاشرہ کے افراد کو نہ دینی اخلاقی تعلیمات کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی اخلاقی بندشوں کا کوئی پاس ولحاظ ہوتا ہے، بلکہ وہاں رفتہ رفتہ محرمات وممنوعات کے ارتکاب کو جائز ومباح خیال کیا جانے لگتا ہے، نتیجتاً اس معاشرہ میں نت نئے مسائل جنم لیتے ہیں اور طرح طرح کی مشکلات کا ظہور ہوتا ہے، اگر کسی مسئلہ کا حل تلاش بھی کرلیا جاتا ہے تو صرف عارضی اور وقتی ہی ثابت ہوتا ہے، اور بسا اوقات مسائل کا یہ حل زہریلی جڑی بوٹیوں کی طرح ایک نئی مشکل کا سبب بن جاتا ہے جن سے مختلف قسم کے امراض کا علاج بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات ان سے مختلف قسم کے امراض جنم لیتے ہیں اور وہ دوائے درد کے بجائے اضافہ درد اور تریاق کے بجائے زہر ہلال کا کام انجام دیتی ہیں۔

مسلم ممالک کا کردار اور وقت کی ضرورت

موجودہ دور میں یورپ اور امریکہ کی مصنوعات اور وہاں کی کمپنیوں سے گذر اوقات کرنے والے ممالک کے فرمانرواؤں کو ایسے احکامات صادر کیے جارہے ہیں جن سے اسلامی تہذیب وتمدن، اخلاقی اقدار وروایات اور دینی فلسفہ حیات کا خاتمہ ہوسکے، اگر اس مہلک اور اخلاق وکردار کی تخریب کاری کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہونچ گیا تو اس وقت دنیا کا نقشہ وہی ہوگا جو زمانہ جاہلیت میں تھا اور انسانیت ایک تاریک ترین دور میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوگی۔

لہٰذا مسلم ممالک کی ذمہ داری ہے کہ اس خطرہ کا فوری تدارک کریں اور ٹھوس لائحہ عمل طے کریں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”عصر جدید میں جبکہ مغربی تہذیب اپنے ارتقا کے آخری نقطہ پر پہنچ گئی ہے، اور مسلم ممالک اپنے مخصوص حالات اور تاریخ کی بنا پر اس میں مساویانہ حصہ نہیں لے سکتے، اور اگر بالفرض ایسا ممکن ہو تو ان کے لیے اپنے عقیدہ، مسلک زندگی، مقاصد اور مخصوص نوعیت کی بنا پر ایسا کرنا ممکن اور جائز بھی نہیں، یہ ان کی ملی موت اور اجتماعی خودکشی کے مرادف ہے، اس حالت میں تقلید وپیروی اور انکار سلبیت کے درمیان ایک محفوظ، بلند وباعزت راہ ہے، یہ نہ صرف ان ممالک کے منصب ومقام کے شایان شان ہے، بلکہ تاریخ جدید کا سب سے بڑا انقلاب انگیز اقدام اور وقت کا سب سے اہم اور مقدس کام ہے، یہ ہے خود تہذیب جدید کی رہنمائی، اس میں زندگی کی نئی روح پھونکنا، اس کو صالح مقاصد اور سفر کی صحیح منزل عطا کرنا، اس کو نبوت کی عطا کی ہوئی ایمان ومحبت کی دولت سے آشنا کرنا اور اس کی اصلاح وتکمیل کی وہ خدمت جو صرف مسلم ممالک ہی انجام دے سکتے ہیں اور جس کی اس عہد میں کوئی جرأت نہیں کررہا ہے“۔[ایضاً، ص/۳۰۲]

☆☆☆☆☆

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

ہالینڈ کی فضائیں "اللہ اکبر" کی صداؤں سے گونج اٹھیں

ہالینڈ کا نام آتے ہی ذہن و دماغ میں اسلام، رسول اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم)، اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرنے والا اور مسلمانوں سے کھلی دشمنی اور بغض و نفرت رکھنے والے ملک کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔

آج سے کئی برس قبل ۲۰۰۶ء میں جب عالمی سطح پر اسلام کا مذاق اڑایا گیا، مسلمانوں کے محبوب، جان و دل اور دنیا کی تمام چیزوں سے عزیز پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے گستاخانہ کارٹون اور خاکے شائع کیے گئے تو ان شنیع، غیر انسانی اور ناشائستہ حرکتوں کی قیادت اور پیشوائی ملک ڈنمارک کر رہا تھا، جہاں کے اخبار "جیلانڈس پوسٹن" میں اہانت آمیز خاکے شائع کیے گئے، اس کے بعد تو ایسا لگا کہ اسلام مخالف لہر چل گئی اور مغربی ممالک میں مقابلہ آرائی شروع ہوگئی اور ہر ملک کے ایسے افراد جو اسلام کے خلاف اپنے دلوں میں برسوں سے کینہ کپٹ چھپائے بیٹھے تھے، اور موقع کی تلاش میں تھے، ایک لاوا پھٹ پڑا اور ہر طرف اسلام اور اس کے پیغمبر کی شان میں گستاخانہ فلم بنانا اور تصاویر و خاکے ایجاد کرنا ایک فیشن بن گیا۔

ان لوگوں نے بزعم خود چاہا کہ سب مل کر اسلام کا چراغ ہی گل کر دیں، مگر ان احمقوں کو کیا خبر کہ اس دین اور کتاب مقدس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے لے رکھی ہے، اور یہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ کوششیں اس سے قبل خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپؐ کے بعد بھی ہو چکی ہیں مگر اسلام کا کارواں آگے ہی بڑھتا گیا اور جس قدر دشمنوں نے اس کو دبانا چاہا اس کی رفتار تیز تر ہوتی گئی، قرآن مجید نے تو صاف صاف اعلان کر دیا: "يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ، وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" [سورہ صف/ ۸] (وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے گل کرنا چاہتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر کے رہے گا، اگرچہ منکرین ناپسند کریں)۔

اُس وقت ہالینڈ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی، لیکن جو تھی وہ دینی شعائر کے ساتھ زندگی گذار رہی تھی، وہ مسلمان اذان بھی کہتے اور نمازیں بھی ادا کرتے، مگر سیاسی جماعتوں کی طرف سے اُن پر بآواز بلند اذان کہنے پر پابندی تھی، اور اِس میں اسلام اور اس کے شعائر سے بغض و نفرت سے زیادہ یہ بات اور حکمت پوشیدہ تھی کہ جب وہاں کے باشندے اذان کے کلمات سنتے تو وہ اس کے معانی معلوم کرتے اور جب حقائق کھل کر ان کے سامنے آتے اور ان کے دلوں سے غلط فہمیاں دور ہوتیں تو پھر وہ چشم حقیقت سے اسلام اور اس کی تعلیمات و اسلامی زندگی کا غائرانہ مطالعہ کرتے اور اسی دوران وہ اس کے اسیر ہو کر اس نجات بخش دین کے دائرہ میں پہونچ جاتے۔

لیکن مسلمانوں نے ہمت نہیں ہاری بلکہ کوشش کرتے رہے اور اس کے لیے عدالت پہونچ گئے اور جو حقوق دیگر ادیان و مذاہب کو حاصل ہیں، ان حقوق کا مطالبہ کیا اور بالآخر بڑے غور و فکر اور جائزے کے بعد مسلمانوں کے حق میں فیصلہ آیا اور بلند آواز سے انہیں اذان کہنے کی اجازت مل گئی، اس طرح وہ ملک جس کی فضائیں اسلام مخالف نعروں اور بے ہودہ جملوں اور خاکوں سے مکدر ہو گئی تھیں، یکا یک "أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمداً رسول الله" کی صداؤں سے گونج اٹھیں، لیجیے صورت حال کا بچشم خود مطالعہ کیجیے۔

ہالینڈ کے شہر 'لاہائی' کے مسلمانوں کو اس وقت ایک بڑی کامیابی ملی، جب مقامی عدالت نے مساجد کے میناروں سے نمازوں کے اوقات میں انہیں اونچی آواز سے اذان کہنے کی اجازت دے دی، عدالت کا کہنا ہے کہ اونچی آواز میں اذان کا کہنا ایسا ہی ہے جیسے عیسائیوں کا چرچ میں گھنٹیوں کا بجانا، بت پرستوں کا مندروں میں ہرے کرشنا اونچی آواز میں کہنا، جب دوسرے مذاہب کو اپنے دینی شعائر کا اعلان کرتے ہوئے آواز اونچی کرنے کی اجازت ہے اور اس سلسلہ میں اُن پر کوئی قدغن نہیں ہے تو یہ پابندی صرف مسلمانوں اور اسلامی شعائر ہی پر کیوں؟

یہاں یہ یاد رہے کہ 'لاہائی' شہر کے بعض باشندوں نے قصداً اذان کو غیر قانونی قرار دینے کی غرض سے عدالت میں درخواست دے رکھی تھی کہ اذان کی آواز خلل ڈالنے والی ہے اور اس کے کلمات اُس زبان میں ہیں جو ان کے لیے ناقابل فہم ہے، جب کہ صورت واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے اور اصل خطرہ اور حقیقی خدشہ ان کو اس بات سے لاحق ہے کہ اسی اذان کی بدولت کئی غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔

ہالینڈ کی کل ۱۶ ملین آبادی میں مسلمانوں کی

تعداد تقریباً ایک ملین ہے اور ایک معتبر رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ء تک مسلمانوں کی تعداد کے آٹھ فیصد ہونے کا امکان ہے۔

یہی حال اسلام کا اس کے اولین زمانہ میں بھی رہا، مشرکین و کفار اپنے شعراء، ادباء اور عوام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکتے تھے کہ کہیں اُن کی باتیں نہ سن لیں اور جو اُن کی بات سن لیتا تھا، مسحور ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا کہ یہ ان کے دل کی آواز اور فطرت کا غماز تھا۔

ہالینڈ کا اسلام مخالف شخص دین رحمت کی آغوش میں

اور یہی ہوا، اسلام کی مخالفت میں یہاں کی سیاسی پارٹی کے لیڈر خیرت فیلڈر نے خاکے بنائے اور "فتنہ" نامی فلم بنائی اور ہر ممکن اسلام کی صاف و شفاف شبیہ کو داغدار کرنے کی کوشش کی، اس کی پارٹی کا ایک سرگرم رکن ارنارڈ فین تھا، جو فیلڈر کے قدم بقدم چل رہا تھا اور ہر ممکن تعاون کرتا تھا، ایک روز اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ کسی مسلمان عالم کے پاس چل کر اس دین کی تفصیلات معلوم کی جائیں اور اس کے پیغمبر کی سیرت کی جانکاری لیں، اسی ارادہ سے وہ ایک مسجد کے امام کے پاس پہونچا، اسلام کے متعلق معلومات لینے لگا، امام مسجد اور ان کے مخلص ساتھیوں نے ان کو اسلام سے قریب لانے کے لیے اسلام کے محاسن اور اس کی لازوال وحیات بخش تعلیمات و کردار کو ان کے سامنے رکھا اور خود بھی دینی و تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگا اور آہستہ آہستہ وہ اسلام کے قریب آتا گیا، یہاں تک کہ "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے"۔ لیجیے ان کے قبول اسلام کی مختصر روداد بھی پڑھتے چلیے۔

ارنارڈ فین کا نام ہالینڈ کے سیاسی اور مذہبی حلقوں میں ایک انتہائی متنازعہ شخصیت کے طور پر معروف رہا ہے، ان کا شمار ہالینڈ کی مخالف اسلام سیاسی جماعت "انڈیپنڈنٹ" کے سرکردہ لیڈروں میں کیا جاتا رہا ہے، یہ وہ پارٹی ہے جس کی قیادت بدنام زمانہ شخصیت اسلام اور مسلمانوں کے سخت مخالف خیرت فیلڈر کے ہاتھوں میں ہے، جس نے ہالینڈ میں مساجد کی تعمیر پر پابندی کی تحریک چلا رکھی ہے، مزید جس نے قرآن مجید کے موضوع پر "فتنہ" نامی فلم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی بدنام زمانہ فلم بنائی تھی۔

اس پارٹی کے ایک فعال کارکن نیز خیرت فیلڈر کے قریبی ساتھیوں میں شمار کیے جانے والے فرد کا اسلام قبول کر لینا مخالف اسلام طاقتوں کے حق میں ایک بڑا دھچکا اور ایک عظیم سانحہ تصور کیا جا رہا ہے۔

ارنارڈ فین نے اپنے قبول اسلام کا اعلان ٹویٹر پر نمایاں کلمہ شہادت کے ساتھ شائع کر دیا ہے، اس اعلان پر مختلف افراد نے اپنے ملے جلے تاثرات کا اعلان کیا، کسی نے اس کو ارنارڈ کا ذاتی فعل قرار دے کر اس میں مداخلت کو بے جا قرار دیا اور کچھ لوگوں نے اس کی حوصلہ افزائی بھی کی، اس نے جس بات کو حق سمجھا اس کا برملا اعلان کر کے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ بھی کیا، اور کچھ لوگوں نے اس پر لعن طعن کر کے اس کے قبول اسلام کی خبر کو مشکوک بنانے کی بھی کوشش کی مگر ارنارڈ نے ان کی تردید میں دوبارہ بیان جاری کرتے ہوئے لکھا کہ میری لاکھ اسلام مخالف کوششوں اور بیانات کے باوجود چند ایک مسلمانوں نے انتہائی خوشگوار ماحول میں گزشتہ ایک سال سے میرے ساتھ دین اسلام کے موضوع پر گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا تھا، بالآخر حق کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور ہالینڈ کی مسجد "السنۃ" پہنچ کر امام مسجد کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا، واضح رہے کہ یہ وہ مسجد ہے جس کے امام کو ملک بدر کرنے اور اس پر انتہاء پسند ہونے کا الزام اسی کی پارٹی لگاتی رہی ہے اور اب اسی امام نے ارنارڈ کو اسلام کی نعمت بیش بہا سے واقف کرا دیا، یقیناً اللہ تعالیٰ جب چاہے جس کو چاہے اور جس کے ذریعے چاہے، ہدایت دے دے۔

ارنارڈ کی اسلام کی جانب سے رغبت میں مسجد "السنۃ" کے حکمت و دانش سے بھرپور ساتھیوں کی محنت، ان کے اخلاص اور تحمل و بردباری کے جذبے کا بڑا دخل ہے، جو مغرب میں آباد مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔

یعنی وہی شخص جو آج تک اسلام مخالف جماعت کا سرگرم رکن تھا، آج اسلام کا محافظ اور اس کا سچا سپاہی بن گیا، اور اس نے اپنی زندگی اسلام کے سلسلہ میں وہاں کے باشندوں کے دلوں میں بیٹھی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے وقف کر رکھی ہے، ہر جگہ، ہر مجلس اور ہر پروگرام میں وہ اسلام کے سفیر کا کردار ادا کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ اسلام ہی دین حق ہے، اس کے علاوہ سارے ادیان و مذاہب مفاد پرستی، خود غرضی اور بعد کے لوگوں کی ایجاد کردہ، من گھڑت عقائد اور اعمال پر مبنی ہیں، جو انسانیت کی دل کی آواز نہیں ہو سکتے۔

ارنارڈ نے قبول اسلام کے بعد مسلمانوں کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ اگر آج مسلمان صحیح معنی میں اسلامی تعلیمات و شعائر پر عمل پیرا ہو جائیں تو کوئی مانع نہیں کہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے اور لوگ اس کی طرف کھنچ کھنچ کر چلے آئیں، اور یہ کام مسلمانوں کے کردار اور عمل سے زیادہ کسی اور چیز سے انتا نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆☆☆

دل کی کھیتی

قوم کا ضمیر ابھی زندہ ہے!

ابو سعید

ٹاری گھاٹ پلیٹ فارم پر دلدار نگر جانے والی لوکل ٹرین کھڑی ہے، ٹرین کا کوئی ایک ڈبہ بھی ایسا نہیں ہے جو مسافروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا نہ ہو، یہ ٹرین اگرچہ ٹاری گھاٹ سے روانہ ہوتی ہے، مگر اس میں شاید ہی ٹاری گھاٹ کا کوئی مسافر سوار ہوتا ہو، اس میں سفر کرنیوالے مسافر زیادہ تر غازی پور کے ہوتے ہیں، موسم خواہ کوئی بھی ہو، شہر کے مسافروں کو اس ٹرین کو پکڑنے کے لیے ہمیشہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگر پیوں کا پل موجود ہو تو لوگ اس پر پیدل چل کر ٹاری گھاٹ آتے ہیں مگر یہ اس صورت میں ممکن ہوتا ہے جب کہ پورا دریا بھرا ہوا ہو اور اگرچہ کچھ حصہ خشک رہا اور کچھ بھرا ہوا رہا تب بھی توریت کا میدان عبور کرنا پڑتا ہے اور پل پر بھی چلنا پڑتا ہے گویا کہ منزلوں پر منزلیں طے کر کے ایک آدمی بڑی لائن کے درشن کر پاتا ہے۔

بڑی لائن کا یہ چھوٹا سا اسٹیشن بھی عجیب و غریب اسٹیشن ہے، چھوٹی سی عمارت ہے، پلیٹ فارم اوبڑ کھابڑ ہے، کہیں پانی کی ایک بوند نظر نہیں آتی، بکنگ کی کھڑکی تو ہے مگر اس پر مسافروں کی قطار کبھی نہیں دیکھی گئی، البتہ ٹرین کھچا کھچ بھری رہتی ہے، ایک ہی گاڑی ہے جو دن میں کئی چکر ٹاری گھاٹ سے دلدار نگر تک لگاتی ہے، درمیان میں صرف ایک اسٹیشن نکسر پڑتا ہے، جو ٹاری گھاٹ سے بھی چھوٹا ہے، ٹرین جو اس رُخ پر چلتی ہے اس کا ہر ڈبہ شکستہ حال نظر آتا ہے، سیٹیں ٹوٹی ہوئیں، بیت الخلا میں پانی کی ایک بوند نہیں، اس میں سفر کرنے والے ٹکٹ خریدنے کی زحمت کم ہی گوارا کرتے ہیں، اسی لیے محکمہ ریلوے بھی غافل ہے اور اس کو لاوارث سمجھ کر چھوڑ رکھا ہے۔

اس ٹرین میں جہاں سرکاری ملازمین اور تجارت پیشہ لوگ سفر کرتے ہیں، وہیں مزدور طبقہ کے لوگ بھی بڑی تعداد میں ہوتے ہیں، دودھ، دہی بیچنے والے، کھیتوں میں کام کرنے والے، چارہ اور گھاس کے بڑے بڑے گٹھر سروں پر لادے ہوئے، مزدور مرد اور عورتیں سوار ہوتے ہیں، گنگا اشنان کرنے والے بھی ہوتے ہیں، غازی پور دریائے گنگا کے شمالی کنارے پر آباد ہے اور میلوں تک لمبائی میں پھیلا ہوا ہے، یہ ایک قدیم شہر ہے، جہاں ہندو عقیدت کے ساتھ گنگا اشنان کرنے آتے ہیں اور دور دراز مقامات سے اپنے مردوں کو ساحل گنگا پر نذر آتش کرتے ہیں اور راکھ بہاتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ ایسا کرنے سے مردوں کی نجات ہوتی ہے۔

میں سامان تجارت کی خریداری کے لیے اکثر اسی روٹ سے پٹنہ، کلکتہ اور دہلی کا سفر کرتا ہوں، ٹاری گھاٹ سے ٹکٹ کسی بھی اسٹیشن کا مل جاتا ہے اور مین لائن کے مشہور اسٹیشن دلدار نگر سے مغرب یا مشرق کے کسی بھی تجارتی مرکز کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔

آج میں ذرا تاخیر سے گھر سے روانہ ہوا اور دوڑتے بھاگتے ٹاری گھاٹ پہنچا، میں جس وقت اسٹیشن پر پہنچا پلیٹ فارم مسافروں سے خالی ہو چکا تھا اور ٹرین کے سارے ڈبے مسافروں سے بھر چکے تھے، گرمی کا سخت موسم، مسافر پسینہ سے شرابور اور ہوا بالکل ساکت تھی، میں نے پلیٹ فارم کا ایک چکر لگایا اور جائزہ لیا کہ کوئی ڈبہ خالی ہو تو اس میں قدم رکھوں، مگر ہر ڈبہ مسافروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا پایا، چار و ناچار ایک ڈبہ میں گھس گیا، ڈبہ لگا ہوا تھا کہ گارڈ وسل نہ دیدے، اس لیے زیادہ کھوج بین مناسب نہ تھی، میں ڈبہ میں داخل تو ہو گیا مگر وہاں کوئی زمین نہ تھی جس پر پاؤں رکھتا، یوں سمجھئے کہ میں اس میں کسی طرح اڑس گیا، سانس لینا مشکل ہو رہا تھا، ہر شخص دم سادھے کھڑا تھا اور دل میں یہ خواہش رکھتا تھا کہ جلدی گاڑی چلے اور جسم میں ہوا لگے اور جان میں جان آئے، مگر گاڑی تھی کہ ہل کے نہیں دے رہی تھی، ہمارے ملک میں ٹرین کے مسافروں کو جب ٹھیک سے بیٹھنے کی جگہ مل جاتی ہے، تو وہ خوب باتیں کرتے ہیں، تفریحی باتیں کرتے ہیں، سیاسی حجتیں بھی کرتے ہیں اور جھگڑا بھی کر لیتے ہیں، مگر آج کوئی کچھ نہیں کر رہا تھا، سب دم بخود تھے، میں بھی ان کے بیچ کھڑا کیا تھا، کئی چکیوں کے پاٹ میں پس رہا تھا، اسی ڈبہ میں کوئی چھوٹا بچہ مسلسل روئے چلا جا رہا تھا اور اس کی ماں اس کو جھوٹی تسلی دیے جا رہی تھی، بچہ پیاسا تھا، اس کی چیخیں بلند ہوتی جا رہی تھیں، اور ماں تھی کہ اس کو سمجھائے جا رہی تھی، بچہ کی پیاس پانی ہی بجھا سکتا تھا، سمجھانا، بجھانا بے سود تھا، کمپارٹمنٹ میں پچاسوں لوگ ٹھنسے ہوئے تھے، سب بچہ کی فریاد سن رہے تھے، مگر کوئی ایسا ہمت والا

نہ تھا جو نکل کر جاتا اور کہیں سے تھوڑا سا پانی لا کر بچہ کی ماں کو دیدیتا، ڈبہ میں میں بھی تھا، میرے پاس ایک بڑا سا تھرمس تھا، جس میں دلدار نگر سے ٹھنڈا پانی لے کر بھرتا مگر میں نے فوراً فیصلہ کیا کہ مجھے اس بچہ کی پیاس بجھانے کی اپنی سی کوشش کرنی ہے خواہ میری ٹرین چھوٹ جائے، اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ میں جھٹ سے ٹرین سے کود پڑا۔

پلیٹ فارم پر تو پانی کا کوئی انتظام تھا نہیں، البتہ باہر حلوائی کی دوکان پر ہینڈ پمپ لگا ہوا تھا، میں دوڑتا ہوا اسٹیشن کے باہر نکلا اور جلدی جلدی پانی بھر کر لے آیا اور فاتحانہ انداز میں ڈبہ میں داخل ہوا، بچہ اب بھی روئے جا رہا تھا اور ماں اس کو جھوٹی تسلیاں دے رہی تھی، میں سوچنے لگا کہ ڈبہ میں پچاسوں لوگ بھرے ہوئے ہیں اور شیر خوار بچہ کے رونے کی آواز سن رہے ہیں مگر ہمدردی کا ایک لفظ بھی کسی کی زبان سے نہیں نکل رہا ہے چہ جائے کہ پانی لا کر پیش کرتا، اللہ نے مجھ گنہ گار کو بہر حال یہ توفیق دی کہ میں گرتا پڑتا پانی کا ایک بھرا تھرمس لے کر کمپارٹمنٹ میں پہنچا، اتنے پانی سے تو میں کئی پیاسوں کی جان بچا سکتا تھا، اب میں نے اس سمت کا رُخ کیا جدھر بچہ کے رونے کی آواز آ رہی تھی، عام حالات میں تو کوئی بھی مجھے اپنی جگہ سے ہلنے کی اجازت نہیں دیتا مگر جب سب نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں پانی اور گلاس ہے اور میں روتے بلکتے بچہ کی پیاس بجھانے جا رہا ہوں تو سب نے تشکر آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنا شروع کیا اور مجھے راستہ دینے لگے، میں نے بچہ کے پاس پہنچ کر گلاس میں پانی انڈیلا اور اس کی ماں کی طرف بڑھا دیا، ماں نے جھٹ سے گلاس تھام لیا اور بچہ کے ہونٹوں سے لگا دیا، بچہ ایک سانس میں پورا پانی پی گیا، اب اس کی ماں ہی نہیں بلکہ پاس بیٹھی ہوئی دوسری عورتیں اور سارے مسافر میری طرف حیرت واستعجاب اور تشکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھنے لگے، میرے چہرے پر داڑھی بھی تھی، سر پر ٹوپی بھی تھی، میں اپنے چہرے مہرے سے اچھا خاصا مسلمان لگ رہا تھا، ایسا مسلمان جس سے نفرت کی جانی چاہیے، جس کو دیکھ کر لوگوں کو گھن محسوس ہونی چاہیے مگر اس وقت ان لوگوں کو کیا ہو گیا تھا کہ میری طرف استحسان کی نظروں سے دیکھ رہے تھے، میں نے محسوس کیا کہ ہماری قوم کا ضمیر ابھی زندہ ہے، دل کی کھیتی میں قوت نمو ابھی باقی ہے ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ہمارے بزرگوں اور اسلاف نے اسی زمین پر محنت کی تھی، خواجہ معین الدین چشتیؒ نے، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے، خواجہ حمید الدین ناگوریؒ نے، خواجہ بختیار کاکیؒ نے اسی زمین پر تخم ریزی کی تھی، مجھے یاد آیا کہ ایک بار مولانا حسین احمد مدنیؒ ٹرین میں سفر کر رہے تھے، آپ کے مریدین آپ کے ساتھ تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک اپٹوڈیٹ مسافر اپنی سیٹ سے بے چینی کے عالم میں اٹھا اور کہیں گیا پھر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بیٹھ گیا مگر اس کی بے چینی کم نہیں ہوئی تھی بلکہ اور بڑھ گئی تھی، مولانا نے سمجھ لیا کہ آدمی رفع حاجت کے لیے گیا تھا مگر شاید بیت الخلاء گندا ہے، اسی وجہ سے یہ لوٹ آیا ہے مگر بے چین سا ہے، آپ فوراً گئے اور بیت الخلاء صاف کر ڈالا اور آ کر اس سے آہستہ سے کہا کہ بیت الخلاء صاف ہو گیا ہے جا کر فارغ ہو لیں، مسافر بدحواسی کے عالم میں وہاں گیا اور فارغ ہو کر آیا تو آپ کے قدموں میں سر رکھ کر دیا اور زبان حال سے کہا: ''یہ کام کوئی مہاتما ہی کر سکتا ہے''۔

بچہ کو پانی پلا کر مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی پھر میں نے جیب سے بسکٹ کا پیکٹ نکالا اور بچہ کے ہاتھ میں تھما دیا، بچہ نے میری طرف دیکھا اور پیکٹ تھام لیا، اس کی ماں نے اپنی زبان سے تو کچھ نہیں کہا مگر اس کا دل یقیناً تشکر کے جذبات سے لبریز تھا۔

میں سوچنے لگا کہ اس ڈبہ میں میں ہی تو ایک مسلمان تھا اور ظاہر ہے کہ مسلمان کے ہاتھ کا پانی بھی تو مسلمان ہوتا ہے، مسلمان ملیچھ ہوتا ہے تو ظاہر ہے اس کے ہاتھ کا پانی بھی تو گندا اور نجس ہوگا مگر نہ بچہ کی ماں نے مجھ سے نفرت کی نہ دوسرے مسافروں نے مجھے ملامت کی، کسی نے یہ نہیں کہا کہ تو نے کتنا خراب کام کیا ہے؟ کسی نے مجھے دہشت گردی کا طعنہ بھی نہیں دیا، میں نے بچہ کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا، زہر کا پیالہ تو نہیں پیش کیا تھا پھر لوگ کیوں مجھ سے نفرت کرتے؟

بزرگوں کے تذکرہ و سوانح میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہوا ہے، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اپنے اہل خانہ اور مصاحبوں کے ہمراہ حج کے سفر پر جا رہے تھے، راستہ میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالا گیا، شام کا وقت تھا، حضرت عبداللہ بن مبارک نے دیکھا کہ سامنے ایک گھورا ہے، جس پر ایک بچی جاتی ہے اور کوئی چیز چھپا کر اپنے گھر میں داخل ہو جاتی ہے، آپ نے سوچا کہ گھورے پر کون سی چیز ایسی ہو سکتی ہے، جس کو یہ اتنی حفاظت واحتیاط سے چھپا کر لے جا سکتی ہے، آپ نے کسی خادم کو تحقیق حال پر مامور کیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں کئی وقتوں سے چولھا نہیں جلا ہے، فاقہ کا عالم ہے،

ایسے میں حرام بھی حلال ہو جاتا ہے، گھر کے بڑوں نے بچی سے کہا تھا کہ چپکے سے مردار چڑیا جو گھور ے پر پڑی ہے اٹھالائے حضرت عبداللہ نے اپنے تحویل دار کو بلا کر پوچھا، تمہارے پاس کتنی رقم موجود ہے؟ اس نے بتایا حج کے پورے سفر یعنی آمدورفت کے مصارف کے بقدر رقم موجود ہے، آپ نے حکم دیا کہ یہاں سے وطن واپسی کے بقدر رقم رکھ کر باقی ساری رقم اس گھر میں پہنچادی جائے، عبداللہ بن مبارکؒ کا قافلہ حج کیے بغیر لوٹ آیا مگر اس کا حج مقبول ہوا۔

کاش کہ ہم عبداللہ بن مبارکؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے کردار کو اپنے لیے نمونہ بناتے، اگر ہم ایسا کریں گے تو یقیناً بغض ونفرت کا لاوا بھی ابلنا بند ہو جائے گا۔

میں نے ایسا محسوس کیا کہ پانی کا یہ ایک گلاس وہ کام کر گیا، جو شاید لمبی لمبی تقریروں سے نہیں ہوسکتا تھا۔ [تذکیر]

اسی ضرورت کا شدت سے احساس کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ''کل ہند تحریک پیام انسانیت'' کی بنیاد رکھی تھی اور پھر ملک کے طول وعرض میں اس کے مختلف کامیاب اور قابل رشک پروگرام اور سیمینار ہوئے، جن میں غیر مسلم حضرات کثرت سے شریک ہوئے اور اس قدم کو نہایت مستحسن قرار دیا۔

ادھر دس بارہ سال کے عرصے میں مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ نے اس کو خوب پروان چڑھایا اور الحمدللہ اس کے بڑے اچھے نتائج سامنے آئے اور آج بھی ان ہی خطوط پر یہ تحریک کام کر رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

سات قسم کے خوش نصیب طبقے

حضرت ابوہریرہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ سات قسم کے خوش نصیب اور فیروز بخت طبقے ایسے ہوں گے جنہیں اللہ پاک اپنے عرش عظیم کے سایہ رحمت سے اس دن بہرہ ور فرمائے گا جس دن اس کے ظل عاطفت کے علاوہ اور کوئی سایہ ساری کائنات میں کہیں بھی نہ ہوگا اور نہ کوئی کسی کا یار اور مددگار ہوگا۔

۱- ان میں پہلا شخص وہ ہوگا جسے مسلمانوں نے قیادت ورہنمائی کی ذمہ داریاں تفویض کی تھیں اور اسے اپنا سربراہ کار اور امیر وامام بنالیا تھا پھر اس نے عدل وانصاف کا سررشتہ اپنے ہاتھ سے کبھی جانے نہ دیا تھا اور تمام فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔

۲- دوسرا وہ پاک باز اور صالح نوجوان جس کی جوانی خدا کی بندگی میں بیت گئی اور جس نے عنفوان شباب کے مچلتے ہوئے دلوں کو مرضیات الٰہی کا پابند بنایا پھر اس کی جوانی، جو خدا سے آزاد ہوتی ہے اور دیوانی ہوتی ہے، اقامت دین کی جدوجہد اور مقصد عبودیت کی انجام دہی میں بسر ہوگئی۔

۳- تیسرا وہ صاحب دل دردمند جو ہمیشہ یاد الٰہی میں سرشار رہتا ہے اور خدا کو یاد کرتے وقت اس کی شدت، خشیت اور سوز وگداز کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دیدۂ شوق نمناک ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

۴- چوتھا وہ مرد مومن ہے جس کا دل مسجد ومحراب ومنبر سے کچھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے کہ ذرا سی دیر کے لیے بھی مسجد کی مفارقت اسے گوارا نہیں ہوتی، جب بھی عبادت سے فارغ ہو کر اپنی ضروریات کی خاطر مسجد سے باہر جاتا ہے تو اس وقت تک اسے کسی پہلو چین نہیں آتا اور کسی کل سکون نہیں ملتا جب تک کہ دوبارہ مسجد کو واپس نہ آجائے۔

۵- پانچواں وہ صاحب جود وسخا ہے جس کو نمود ونمائش سے سخت نفرت ہوتی ہے اور جس کی داد ودہش میں اغراض نفسانی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا اور جب بھی راہ خدا میں کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کے اخفاء کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے جو کچھ خرچ کرتا ہے، اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔

۶- چھٹی قسم میں وہ دو آدمی شامل ہیں جو آپس میں دوستانہ اور محبت بھرے تعلقات محض حصول رضائے الٰہی کی خاطر رکھتے ہیں جن کی دوستی اور محبت کی بنیاد بھی للّٰہیت ہوتی ہے اور دشمنی کی بنیاد بھی خدا پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔

۷- ساتویں قسم اس مجسمہ عصمت وناموس کی ہے جسے ایک عالی خاندان، انتہائی خوبصورت عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس شخص نے لبیک کہنے کے بجائے اس کی دعوت عیش وعشرت کو ٹھکرایا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے پالنہار سے ڈرتا ہوں اور اس معصیت کا تصور تک بھی نہیں کرسکتا۔

☆☆☆☆☆

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
فردوس کیفے
CAFE FIRDOS
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Phone 0522-3098047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18